ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

43

www.tanzeem.org

17 تا 23 محرم الحرام 1436ھ/ 11 تا 17 نومبر 2014ء

اس شمارے میں

تعلیمی نصاب میں Pluralism کا پیوند

منافقین کا انجام

اہل دل ہیں تیرہ روز

اسلامی سائنسی فکر اور پیغمبر انقلاب ﷺ

فکر و نظر کا تضاد

محرم الحرام کی اہمیت

محرم الحرام کا پیغام

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سودی نظام

اسلام سودی بنیاد کو بالکل مسترد کرتا ہے جبکہ آج بہت سے ادارے سود کی بنیاد پر قائم ہیں۔ اسلام اس گندگی کو، اس جونک کو جو لاکھوں کا خون چوس رہی ہے، نکال پھینکتا ہے۔ اسلام کسی ایسے نظام کو برداشت نہیں کرتا جس میں دنیا بھر کے مزدوروں، صنعت کاروں، تاجروں، زمینداروں، مل مالکوں اور صاحب عمارات کی کدو کاوش کے تمام ثمرات صرف ان چند ہزار لوگوں کو پہنچ جائیں جو بڑے بڑے دولت گھروں اور قرض دینے والے بنکوں کے بانی ہیں۔ انہی چند ہزار کے لئے دنیا محنتیں کر رہی ہے اور ان کی ساری دنیا میں پھیلے ہوئے سرمایہ کا نفع انہیں پہنچا رہی ہے اور یہی لوگ سارے سرمایہ کو زیادہ منفعت بخش صنعتوں میں لگا رہے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمائیں اور یہی وہ صنعتیں ہیں جو انسانی خصوصیات اور اخلاق کو تباہ کر رہی ہیں۔ یہی لوگ نظام سرمایہ داری کے مشہور چکروں کا سبب بنتے ہیں۔ انہی لوگوں کے ملعون جہنمی منصوبوں کی بنا پر ''بیکاری'' کے دور آتے ہیں۔ انہی لوگوں میں اخلاقی فساد پھیلتا ہے۔ یہی لوگ سامراجی منصوبے بناتے ہیں چنانچہ ملکی سامراج کی ناکامی کے بعد معاشی سامراج نے اس کی جگہ لے لی اور ایسے سینکڑوں عالمی مصائب کا سبب یہی سود خور طبقہ ہے۔

اگر سودی نظام ہٹا دیا جائے تو یہ تمام مصائب بالکل ختم ہو جائیں گے۔ یا ان کی گراں باری کافی حد تک ختم ہو جائے گی اور اس کے خاتمہ سے معاشی اداروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

اسلام کے بنیادی تصورات

سید قطب شہیدؒ

نفی شرک کے لئے ایک مثال

سُورۃُ النّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:75، 76

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡکًا لَّا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّمَنۡ رَّزَقۡنٰہُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَھُوَ یُنۡفِقُ مِنۡہُ سِرًّا وَّجَھۡرًا ؕ ھَلۡ یَسۡتَوٗنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیۡنِ اَحَدُھُمَاۤ اَبۡکَمُ لَا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوۡلٰىہُ ۙ اَیۡنَمَا یُوَجِّھۡہُّ لَا یَاۡتِ بِخَیۡرٍ ؕ ھَلۡ یَسۡتَوِیۡ ھُوَ ۙ وَمَنۡ یَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ۙ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۷۶﴾

آیت ۷۵ ﴿ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡکًا لَّا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ﴾ ’’اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک غلام مملوک کی‘ جو اختیار نہیں رکھتا کسی چیز پر بھی‘‘

اللہ تعالیٰ ان کے شرک کی نفی کے لیے یہ مثال بیان کر رہا ہے کہ ایک بندہ وہ ہے جو کسی کا غلام اور مملوک ہے‘ اس کا کچھ اختیار نہیں‘ وہ اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

﴿وَّمَنۡ رَّزَقۡنٰہُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَھُوَ یُنۡفِقُ مِنۡہُ سِرًّا وَّجَھۡرًا ؕ﴾ ’’اور (ایک وہ ہے) جس کو ہم نے اپنے پاس سے بہت اچھا رزق دیا ہے‘ اور وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے چھپ کر بھی اور علانیہ بھی۔‘‘

رزق میں مال‘ علم اور صلاحیتیں سب شامل ہیں۔ یعنی وہ شخص مال بھی خرچ کر رہا ہے‘ لوگوں کو تعلیم بھی دے رہا ہے‘ اور کئی دوسرے طریقوں سے بھی لوگوں کو مستفید کر رہا ہے۔

﴿ھَلۡ یَسۡتَوٗنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾﴾ ’’کیا یہ (دونوں) برابر ہیں؟ کل تعریف اور شکر اللہ کے لیے ہے‘ لیکن ان کی اکثریت علم نہیں رکھتی۔‘‘

ایک طرف اللہ کا وہ بندہ ہے جو اُس کے دین کی خدمت میں مصروف ہے‘ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض سرانجام دے رہا ہے‘ لوگوں میں دین کی تعلیم کو عام کر رہا ہے‘ یا اگر صاحب ثروت ہے تو اپنا مال اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے خرچ کر رہا ہے اور محتاجوں کی مدد کر رہا ہے۔ جب کہ دوسری طرف ایک ایسا شخص ہے جس کے پاس کچھ اختیار و قدرت نہیں ہے‘ وہ اپنی مرضی سے کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ تو یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟

آیت ۷۶ ﴿وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیۡنِ اَحَدُھُمَاۤ اَبۡکَمُ لَا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوۡلٰىہُ ۙ﴾ ’’اور اللہ نے (اب ایک اور) مثال بیان کی دو اشخاص کی‘ ان میں سے ایک گونگا ہے‘ وہ قدرت نہیں رکھتا کسی بھی چیز پر اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے‘‘

﴿اَیۡنَمَا یُوَجِّھۡہُّ لَا یَاۡتِ بِخَیۡرٍ ؕ﴾ ’’جہاں کہیں بھی وہ (آقا) اسے بھیجتا ہے وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا۔‘‘

ایک شخص کے دو غلام ہیں۔ ایک غلام گونگا ہے‘ کسی کام کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتا‘ الٹا اپنے مالک پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ کام وغیرہ کچھ نہیں کرتا‘ صرف روٹیاں توڑتا ہے۔ اگر اس کا آقا اسے کسی کام سے بھیج دے تو وہ کام خراب کر کے ہی آتا ہے۔

﴿ھَلۡ یَسۡتَوِیۡ ھُوَ ۙ وَمَنۡ یَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ۙ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۷۶﴾﴾ ’’کیا برابر ہو گا وہ‘ اور وہ جو حکم دیتا ہے عدل کا‘ اور وہ سیدھی راہ پر قائم ہے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک شخص کے دو غلاموں کے حوالے سے دو طرح کے انسانوں کی مثال بیان فرمائی ہے کہ سب انسان میرے غلام ہیں۔ لیکن میرے ان غلاموں کی ایک قسم وہ ہے جو میری نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں مگر میرا کوئی کام نہیں کرتے‘ میرے دین کی کچھ خدمت نہیں کرتے‘ میری مخلوق کے کسی کام نہیں آتے۔ یہ لوگ اس غلام کی مانند ہیں جو اپنے آقا پر بوجھ ہیں۔ دوسری طرف میرے وہ بندے اور غلام ہیں جو دن رات میری رضا جوئی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں‘ نیکی کا حکم دے رہے ہیں اور برائی سے روک رہے ہیں‘ میرے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں وہ اپنے تن‘ من اور دھن کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ تو کیا یہ دونوں طرح کے انسان برابر ہو سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

تعلیمی نصاب میں pluralism کا پیوند

وزیراعظم میاں نواز شریف نے وزارتِ تعلیم کو ایک خصوصی حکمنامہ جاری کیا ہے جس کے مطابق وزارتِ تعلیم دو ماہ کے عرصہ میں پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک کے تعلیمی نصاب میں تبدیلی کرے گی اور جمہوریت‘ انتخابات‘ آزادیٔ رائے اور عدلیہ کے حوالہ سے خصوصی اسباق شامل کیے جائیں گے۔ اس خصوصی حکم نامہ میں pluralism کا ذکر پُر زور انداز میں کیا گیا ہے اور وزارت تعلیم سے کہا گیا ہے کہ تعلیمی نصاب میں ایسے اسباق شامل کیے جائیں جس سے pluralistic سوسائٹی کے قیام میں مدد مل سکے۔ ہم نہ جمہوریت کو اور نہ انتخابات کو حرام سمجھتے ہیں کہ اس کے خلاف عملی اور قلمی جہاد کا اعلان کریں‘ ہمیں صرف یہ اختلاف ہے کہ اگر کوئی اسلامی جماعت اس وطن عزیز یعنی پاکستان میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام میں مخلص ہے تو وہ جان لے کہ انتخابات اور جمہوریت اس شاہراہ پر آپ کو کبھی گامزن نہیں کر سکتے جس پر چل کر آپ اسلام کی منزل پا سکیں۔ منزل کھوٹی ہو جائے گی اور راہ گم ہو جائے گی۔ البتہ نظامِ خلافت کی منزل پا لینے سے پہلے عبوری دور میں ہم بادشاہت اور مارشل لاء سے جمہوری طرزِ حکومت کو نسبتاً بہتر سمجھتے ہیں۔ ہم آزادیٔ رائے کے بھی قائل ہیں لیکن اس آزادی کی حدود کا تعین ہونا چاہیے۔ ہمارا دین‘ ہماری روایات ہمیں مادر پدر آزادی کی اجازت نہیں دیتے۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آزادیٔ رائے کی آڑ میں شعائر اسلام اور مقدس ہستیوں کا استہزاء کیا گیا ہے اور ان پر کیچڑ اچھالا گیا ہے۔ یہ آزادی نہیں باقاعدہ سازش ہے‘ تخریب کاری اور دہشت گردی ہے۔ پہلے ہی میڈیا اس آزادی کے غلط استعمال سے ایک جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ جہاں تک عدلیہ کی آزادی اور اس کے احترام کا تعلق ہے دنیا میں کون سا ایسا نظامِ حیات یا طرزِ حکومت ہے جو اسلام سے بڑھ کر عدلیہ کی آزادی اور اس کے احترام کا قائل ہو۔ اسلامی تاریخ کا جائزہ لیں‘ کس مذہب‘ کس معاشرہ اور کس نظام میں حکمرانوں نے یا اشرافیہ نے خود کو عدلیہ کے سامنے یوں پیش کیا ہو جیسے بہت سے مسلمان حکمرانوں نے خود کو عدالتوں کے سامنے پیش کیا اور پھر ان کے فیصلوں کا بھرپور احترام کیا۔

مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تعلیمی نصاب میں اصلاً کس نوعیت کی تبدیلی ہونا چاہیے تھی اس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے‘ لیکن پہلے ہم وزیراعظم کے حکمنامے میں اس خاص حصہ کا ذکر کریں گے جس نے نشتر کا کام کرتے ہوئے ہمارے سینہ کو چھلنی کر دیا ہے۔ یہ پاکستان کی جڑ اور بنیاد پر خودکش حملہ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس ایٹم بم کی حفاظت کرتے کرتے اب ہم تھکتے جا رہے ہیں موجودہ حکومت نے اب اسے نظریۂ پاکستان پر دے مارنے کا فیصلہ کر لیا ہے تاکہ نہ رہے بانس‘ نہ بجے بانسری۔ وزیراعظم کے حکمنامے میں وزارتِ تعلیم کو ہدایت جاری کی گئی ہے کہ طلبہ کو آغاز ہی سے pluralism کی تعلیم دی جائے تاکہ pluralistic سوسائٹی وجود میں آ سکے۔ ہم نے ”پلورل ازم“ کو جو سمجھا ہے یا مختلف ڈکشنریوں میں اس کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ مختلف مذاہب اور مختلف افکار کے حامل لوگوں یا مختلف زاویۂ نگاہ رکھنے والوں کی ایک سوسائٹی وجود میں لائی جائے۔ لغت کے مطابق ان مختلف مذاہب اور مختلف افکار

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

17 تا 23 محرم الحرام 1436ھ — جلد 23
11 تا 17 نومبر 2014ء — شمارہ 43

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو‘ لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کے لوگوں کے اتحاد کا ہی نہیں بلکہ اس میں باہم ضم ہونے کا معنی بھی یہ لفظ دیتا ہے۔ یعنی ذہنی اور عقیدہ کی سطح پر بُعد کے باوجود انسانی سطح پر باہمی بقائے دوام اور امن کے قیام کے لیے سب یکجا اور یک رنگ ہو جائیں۔ ایک اردو روزنامہ کے مشہور سیکولر کالم نویس جو آج کل سیاسی لحاظ سے نواز شریف کے بدترین دشمن بنے ہوئے ہیں اور موجودہ حکومت کی گڈ گورننس اور وزراء کی کارکردگی پر اپنے ترکش کے تمام تیر چلا رہے تھے، انہوں نے نواز شریف کی pluralism کی طرف پیش قدمی کو اس قدر سراہا ہے، لکھتے ہیں کہ اگر نواز شریف یہ کارنامہ سرانجام دے گئے تو گویا وہ تاریخ میں امر ہو جائیں گے۔ اکبر اعظم نے ہندوؤں سے شادیوں کے ذریعے اور دین الٰہی کے اجراء سے یہ کارنامہ سرانجام دینے کی کوشش کی تھی۔ فرماتے ہیں کہ اس حوالہ سے مولویوں کی مزاحمت کی پروانہ کی جائے۔ اور تو اور انہوں نے pluralism کو قرآن کے مطابق ثابت کرنے کی احمقانہ کوشش کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس کالم کی آخری سطور کچھ یوں ہیں ''نواز شریف نے یہ قدم اٹھالیا ہے تو حقیقی منزل تک پہنچ کر وہ تباہی کے راستے پر سرپٹ دوڑتی ہوئی اپنی قوم کو امن اور ترقی کے راستے پر گامزن کر دیں گے، کاش! وہ ایسا کر سکیں۔'' حقیقت یہ ہے کہ نواز شریف SAFMA کے پلیٹ فارم سے آن ریکارڈ یہ کہہ چکے ہیں کہ ہمارا اور ہندوؤں کا خدا ایک ہے، کلچر ایک ہے، زبان ایک ہے، رہن سہن ایک جیسا ہے۔ گویا قائداعظم نے حصولِ پاکستان کے لیے جو بنیاد اور جواز فراہم کیا تھا کہ ہم الگ ریاست اس لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ہر سطح پر اور ہر لحاظ سے ہندوؤں سے الگ قوم ہیں، ہمارا مذہب الگ، ہمارا کلچر الگ، ہماری بود و باش الگ، یہ سب سراسر غلط تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس انتہا پر مذکورہ کالم نویس گئے ہیں شاید نواز شریف کی سوچ اس حد تک نہ ہو۔ وہ محض ہندو مسلم دوستی چاہتے ہیں۔ وہ پاک بھارت کشیدگی کو اس حد تک ختم کر دینا چاہتے ہیں کہ فوج کی اہمیت نہ رہے، بلکہ صحیح تر الفاظ میں ضرورت ہی نہ رہے۔ فوج پولیس کی مانند ہو۔ ان کی حکومت ہو تو جلسے جلوس روک دے، آسمانی آفات نازل ہوں تو ریسکیو کا کام کرے، گھوسٹ سکولوں کا کھوج لگائے، وغیرہ وغیرہ۔ ہم بھی ہندوستان سے دشمنی ترک کرنے کے خواہش مند ہیں۔ تعلقات کو normalise کیا جانا چاہیے، لیکن ہندو مسلم دوستی ممکن نہیں، کیونکہ آگ اور پانی ایک ہو سکتے ہیں، لیکن بت پرست اور بت شکن ایک نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا دوستی ممکن نہیں، اجتناب اور اعراض ممکن ہے۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ دفاعی معاملات کو پس پشت ڈالنا ایک عام دشمن کو جارحیت کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہندو جیسا کینہ پرور دشمن کب معاف کرے گا۔ فوج کے ہاتھ میں کند ہتھیار پکڑا دینے سے یا ہر موقع پر اور ہر پلیٹ فارم سے ذلیل و رسوا کر دینے سے آپ کی کرسی مضبوط نہیں ہوگی۔ آپ کی کرسی deliever کرنے سے، عوام کو ریلیف دینے سے، امن و امان قائم کرنے سے، کرپشن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے سے، عدل و انصاف کو سستا اور آسان بنا دینے سے، تعلیم اور صحت کے حوالہ سے عوام کو سہولیات فراہم کرنے سے اور ایک آزاد، باوقار اور جرأت مندانہ خارجہ پالیسی وضع کرنے سے ہوگی۔ کون نہیں جانتا کہ 5 جولائی 1999ء کو جب پرویز مشرف نے بغاوت کی تو اس وقت حکومت مذکورہ بالا صفات سے محروم تھی۔ لہٰذا مشرف کی ناجائز حکومت کے خلاف عوام کیا مسلم لیگ کا کارکن بھی میدان میں نہ نکلا، بلکہ مشرف کو ''جی آیاں نوں'' کہا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صفات کو کیسے اپنایا جائے، حکومت کیسے مضبوط و مقبول ہوگی۔ حضور! اس کے لیے pluralistic سوسائٹی کی ضرورت نہیں ہے، اس کے لیے ہندوستان کا منت ترلا مارنے کی ضرورت نہیں ہے، فوج کا ڈنک نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سول حکومت کی غیر مقبولیت فوج کو حکومت پر ناجائز قبضہ کی راہ دکھاتی ہے۔ ان کے سینوں میں موجود اقتدار کی ہوس کو بڑھاتی ہے۔ ایک خوشحال، توانا اور مضبوط پاکستان صرف اس صورت میں وجود میں آ سکتا ہے اگر اس عمارت کو اس کی نظریاتی بنیادوں پر اٹھایا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تعلیمی نصاب میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں کہ ہر طالب علم ایک پختہ عقیدہ کا حامل ایک باعمل اور صالح مسلمان بن جائے۔ وہ اسلام کے نجی و انفرادی گوشوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی گوشوں سے باخبر ہو جائے۔ وہ اسلام کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام کو جان جائے اور سمجھ سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کی زبان یعنی عربی میں مہارت حاصل کرے، اللہ کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کو اپنی آنکھوں سے پڑھے۔ اس کے لیے وہ کسی دوسرے کی عینک کا محتاج نہ ہو۔ وہ دین کے تقاضوں کو سمجھ سکے۔ اسلامی فلاحی ریاست پاکستان کا مقدر ہو۔ اور اگر کبھی پاکستان کے حکمران اسلام کے محکمات سے یا شریعتِ محمدیؐ کے کسی واضح حکم سے سرِمو انحراف کریں یعنی اس حوالہ سے کج راہی اختیار کریں تو پاکستان کے شہری جن کے اذہان و قلوب میں بچپن سے دینی تعلیمات راسخ ہو چکی ہوں گی، وہ چٹان کی طرح اس حکمران کے راستے میں حائل ہو جائیں۔ امریکہ اور بھارت کا تعاون نہ پہلے کسی کا اقتدار بچا سکا، نہ اب بچا سکے گا۔ دنیا کی سپر قوتوں کی کائنات کی سپریم قوت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ امریکہ افغانستان میں اپنی عزت نہ بچا سکا اور بھارت کی سلامتی کو اندرونی تحریکوں سے شدید خطرہ ہے، وہ کسی کو کیا بچائیں گے۔ اللہ کا دامن تھام لینے والے ہی دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

فوری ضرورت ادارتی معاون

ہفت روزہ ندائے خلافت اور مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کو ایک ادارتی معاون کی فوری ضرورت ہے۔ جو مضامین کی ایڈیٹنگ اور تحریر کا تجربہ رکھتا ہو۔ کمپیوٹر جاننے والا قابل ترجیح۔ تنخواہ حسب تجربہ و قابلیت دی جائے گی۔

برائے رابطہ: ایوب بیگ مرزا، ناظم نشر و اشاعت

(042) 35869501-3 35856304

منافقین کا انجام

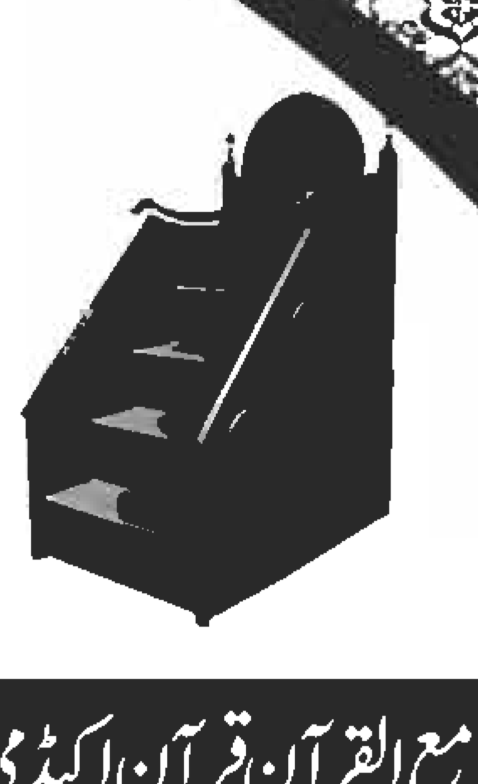

سورۃ المنافقون کی آیات 4تا6 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 31 اکتوبر 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: فرقان دانش

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

سورۃ المنافقون کی ابتدائی چھ آیات آپ نے سماعت فرمائیں۔ سورۃ المنافقون کا آغاز دو ہفتے پہلے ہو چکا تھا۔ لیکن درمیان میں میری علالت کے باعث وقفہ آ گیا۔ ابتدائی چند آیات ہم نے پڑھ لی تھیں اور کچھ تمہیدی باتیں بھی بیان ہو گئی تھیں۔ بہرحال ربط مضمون کو قائم رکھنے کے لیے چند باتوں کا اعادہ ضروری ہے۔ عام آدمی منافق اس کو سمجھتا ہے جس نے شروع سے ہی دل میں اسلام قبول نہ کیا ہو۔ یعنی صرف اسلام کا لبادہ اوڑھا ہو اور اندر سے وہ کافر ہو۔ اس نے کسی سازش کے تحت کلمہ پڑھا ہو۔ جیسے ہمارے ہاں پاکستان میں بھی اس طرح کے کئی کیس سرحدی علاقوں میں پکڑے گئے کہ بھارت سے ہندو مسلمان عالم کے بھیس میں یہاں آتے تھے اور یہاں پر رہ کر وہ انڈیا کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔ لوگ انہیں مسلمان سمجھ رہے تھے۔ یہ بات تو مسلمانوں کو سمجھ میں آتی ہے کہ یہ منافق ہے۔ اس نے جو کلمہ پڑھا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جبکہ منافقت یا نفاق ایک ایسی بیماری ہے جس کا شکار مسلمان بھی ہوتا ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم کسی سازش کا حصہ ہی نہیں ہیں لہٰذا ہم سے منافقت کا کیا تعلق ہے۔ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ ایسے منافقین کا ذکر قرآن مجید میں بہت ہی کم ہے جو کسی سازش کے تحت اسلام میں داخل ہوئے ہوں۔ اس طرح کی سازش یہود نے کی تھی جسے قرآن نے بے نقاب کر دیا تھا۔ لیکن جس منافقت کا تذکرہ قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ ہے وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ایمان تو لائے تھے۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کی دعوت ایمان کو قبول کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد جب ایمان کے تقاضے اور مشکل مراحل (جہاد و قتال و انفاق) سامنے آئے تو جان و مال کی محبت ان کے پاؤں کی بیڑی بن گئی۔ آنحضور ﷺ کے دور میں جو منافقین تھے ان میں عظیم اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو اسلام کے عملی تقاضوں کی وجہ سے اللہ اور رسول پر دل سے ایمان لانے کے لیے تیار نہیں تھے۔ کیونکہ اب سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کرنا ہے۔ ”اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے۔“ (التوبۃ:111) اس آیت کی رو سے جو بھی مسلمان ہوا ہے اس نے گویا اللہ سے سودا کر لیا کہ جان اور مال صرف اللہ کی ہے، اسی کی امانت ہے، اس کی مرضی کے مطابق خرچ ہو گی یہاں تک کہ ضرورت ہوئی تو ہم اللہ کے راستے میں قتال بھی کریں گے۔ نقد جان لے کر کفار کے مقابلے پر اللہ کے دین کے غلبہ اور قیام کے لیے میدان جنگ میں آئیں گے۔ ﴿فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ ۟ قف﴾ اس لیے قرآن میں یہ الفاظ آئے کہ اہل ایمان کفار کو قتل بھی کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔ دراصل یہ اسلام اور اس کے تقاضے ہیں، لیکن دنیا کی محبت، مال کی محبت، جان اور مال کے خوف کی وجہ سے قدم پیچھے ہٹنے لگتے ہیں۔ یہ مرض ہے۔ قرآن نے اس کو مرض کہا ہے۔ جب اس کی چھوت لگتی ہے اور اس کو کنٹرول نہ کیا جائے تو بڑھتے بڑھتے یہ مرض اندر سے ایمان کو ختم کر دیتا ہے۔ اس مرض کا مکی سورتوں میں بھی ذکر ہے۔ ”اور لوگوں میں بعض ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے (یعنی کافر ہو جائے) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔“ (الحج:11) اسلام کے رستے پر آئے ہو تو اب اسلام جو تقاضا کرتا ہے اس کے لیے لبیک کہہ کر آگے بڑھو۔ جب اللہ کو رب مان لیا تو اب اس کے حکم سے پیچھے ہٹنا اپنی عاقبت برباد کرنے والی بات ہے۔ یہ رب سے بے وفائی والی بات ہے۔ دین سے بدعہدی والی بات ہے۔ یہ بیماری ہے جسے قرآن نے کہا ”فی قلوبھم مرض“ ان کے دلوں میں مرض ہے۔ وہ مرض کیا ہے دنیا کی محبت ہے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ تر ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

آنحضور ﷺ کو اللہ نے جو ساتھی عطا کیے تھے ان کا سب سے بڑا وصف یہی تھا۔ ایک اشارے پر بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرانے کے لیے تیار، منتظر ہیں کہ کب بلاوا آئے۔ یہ ہے سچے اہل ایمان کا طریقہ کار، ان کا طرز عمل۔ اس کے مقابلے میں کچے پکے ایمان والے مشکل مراحل میں عذر کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ نفاق کا پراسس جب آگے بڑھتا ہے تو پھر وہ سچے اہل ایمان جو آگے بڑھ کر قربانیاں دے رہے ہیں، ان کے خلاف ایک نفرت پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے کہ ان کے آگے نکلنے سے اور ان کی قربانیوں کی وجہ سے ہمارا پیچھے رہنا مشکل ہو رہا ہے، ہم نگاہوں میں آ رہے ہیں اور ہماری کمزوری سامنے آ رہی ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لیے ان کے دل میں نفرت کدورت پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہ کون ہیں احمق ہیں۔ انہیں اپنے مستقبل کی بھی فکر نہیں ہے۔ اس سٹیج پر آ کر وہ اسلام دشمن، قوتوں کے ساتھ سازگاری پیدا کرنے لگتے ہیں۔ اب دین کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھائی جا رہی ہیں تاکہ ہمارے پاس واپسی کا آپشن بھی رہے یعنی یہ جو حق و باطل کا معرکہ ہے اس میں کچھ معلوم نہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ حق و باطل کی جنگ میں نہ جانے آخری فتح کس کی ہونی ہے۔ لہٰذا دشمنوں سے بھی تعلقات رکھے جائیں تاکہ ان کی کامیابی کی صورت میں ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ یہ ہے

منافقت کا سفر۔ یہاں تک جو پہنچ گیا اس کے لیے نفاق سے واپسی ناممکن ہے۔ سورۃ المنافقون کا یہ موضوع ہے۔ نفاق کا مضمون قرآن میں بڑی تفصیل سے آیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں موجود ہے۔ سورۃ النساء میں تفصیل سے آیا ہے۔ سورۃ التوبہ میں بھی تفصیل سے ہے۔ سورۃ الاحزاب میں موجود ہے۔ منافقت کے موضوع کا خلاصہ یہ سورۃ المنافقون ہے۔ اس سورۃ کے دو رکوع ہیں۔ جب نفاق کی حقیقت سمجھ میں آ گئی تو اس کے Contrast میں اب اصل ایمان کسے کہتے ہیں۔ جیسے کفر کے مقابلے میں اسلام۔ بعینہٖ ایمان کے مقابلے میں منافقت ہے۔ جب ایمان دل سے نکل جائے تو پھر منافقت رہ جاتی ہیں۔ اسلام تو یہ ہے زبان سے مان لینا، گواہی دے دینا اور اگر زبان سے انکار کریں گے تو یہ کفر ہے۔ ایمان ہے دل میں یقین اور دل کا یقین ختم ہو جائے تو وہ نفاق ہے۔ لہٰذا منافقت کے موضوع کو سمجھنے کے فوراً بعد اب سمجھو کہ اصل ایمان کیا ہے، اور اس ایمان کے مظاہر کیا ہیں۔ اس کے انسانی شخصیت پر اثرات کیا ہوتے ہیں۔ انسان کے رویے اور سوچ میں کیا کیا تبدیلی واقع ہو گی، اگر واقعی ایمان ہے۔ یہ بڑا مشکل ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میرے اندر ایمان ہے اور فلاں میں نہیں ہے۔ یہ ایک باطنی کیفیت کا نام ہے۔ کچھ Indications ہیں جن سے ایمان کے ہونے یا نہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ انسان کی سوچ اور رویے میں تبدیلی آتی ہے۔ اگر وہ تبدیلیاں آ گئی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ایمان ہے اور اگر نہیں آئی تو حقیقی ایمان سے محروم ہے خواہ زبان سے دن میں ہزار دفعہ کلمہ پڑھے لیکن اُسے ایمان کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی۔ قیامت کے مراحل میں ایک مرحلہ آئے گا کہ سب مسلمان جا رہے ہیں اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی۔ منافق ایک طرف ہوں گے اور سچے اہلِ ایمان ایک طرف۔ اس وقت وہ پکاریں گے، اے مسلمانو! کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں تھے۔ ہم بھی تو مسلم اُمّہ کا حصہ تھے۔ ہمیں دنیا میں مسلمان شمار کیا گیا تھا۔ دورِ صحابہؓ کے منافقین پانچ وقت کے نمازی تھے۔ آج تو آپ نماز نہ بھی پڑھیں تب بھی آپ کے ایمان اور اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا جو سہولتیں آج ہمیں میسر ہیں، اس زمانے میں نہیں تھیں۔ اس زمانے میں نماز پڑھنی پڑتی تھی۔ ورنہ وہ مسلمان شمار ہی نہیں کیے جاتے تھے۔ بہرحال یہ ایک چھانٹی آخرت میں ہونی ہے فائدہ تب ہے کہ ہمیں ابھی سے پتا چل جائے کہ ایمان ہمارے میں ہے کہ نہیں ہے۔ آخرت میں پتا بھی لگ جائے گا تو اس کا کوئی تدارک نہیں ہے ازالہ کوئی نہیں ہے۔ جو دیوار کے ادھر رہ گئے ہیں وہ منافقین ہیں ان کا انجام کفار کے ساتھ ہے۔

ہاں جن کے دلوں میں سچا ایمان تھا وہ کامیاب ہونے والے ہوں گے۔ یہ ہیں وہ حقائق جو معلوم ہونے چاہئیں آج پتا لگنا چاہیے کہ منافقت کیا ہے۔ ہمیں کیسے بچنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ''نفاق سے اپنے آپ کو وہی محفوظ سمجھتا ہے کہ جس کے دل میں نفاق ہے اور جس کے دل میں حقیقی ایمان ہے وہ ہر وقت اندیشہ محسوس کرے گا کہ کہیں نفاق کی چھوت مجھے نہ لگ جائے۔'' جب کسی وبا کے وائرس پھیلے ہوتے ہیں تو سب لوگوں کی سوچ اسی کے گرد گھومتی ہے کہ اس سے کیسے بچنا ہے۔ اس کا تدارک کیسے ہو۔ تدارک کا وہی سوچے گا جنہیں بچنے کی فکر ہے۔ جو سمجھتا ہے کہ یہ وائرس مجھے لگ ہی نہیں سکتا۔ وہ پاؤں پھیلا کر سوئے گا۔ اسی طرح نفاق سے اپنے آپ کو محفوظ و مامون وہی سمجھتا ہے جو خود منافق ہے۔ صحابہؓ کا معاملہ یہی تھا کہ وہ اپنے بارے میں ہر وقت پریشان رہتے تھے کہ کہیں نفاق کی چھوت ہمیں نہ لگ جائے۔ پہلی تین آیات کا متن اور ترجمہ:

''(اے محمدؐ) جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو (از راہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت تم اس کے پیغمبر ہو لیکن اللہ ظاہر کیے دیتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں''(المنافقون:1)

''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روک رہے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں۔'' (المنافقون:2)

ان آیات کا ترجمہ اور مختصر تشریح پہلے ہو چکی ہے۔ یہاں صرف وہ موضوعات بیان ہوں گے جو پچھلی مرتبہ بیان ہونے سے رہ گئے تھے۔ مثلاً منافق خود بھی پیچھے بیٹھے رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ صَدَّ یَصُدُّ کے اندر دونوں مفہوم آتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو دوسرے

پریس ریلیز 7 نومبر 2014ء

امریکہ کی خوشنودی کے لیے ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں سے غداری کی، آج وہی ہمیں موردِ الزام ٹھہرا رہا ہے۔

وزارتِ تعلیم پلورل ازم کو تعلیم کا حصہ بنانے سے باز رہے

حافظ عاکف سعید

کوٹ رادھا کشن میں عیسائی جوڑے کو نذرِ آتش کرنا ایک جاہلانہ فعل ہے، جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں اقلیتوں کی جان و مال اور عزت کا تحفظ اسلامی ریاست کا اہم فرض ہے۔ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی مساجد کی طرح ہونی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے انہیں قرار واقعی سزا دی جانی چاہیے۔ انہوں نے پینٹا گون کی طرف سے پاکستان پر افغانستان اور بھارت میں دہشت گردی کے الزام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جس امریکہ کی خوشنودی کی خاطر ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں سے غداری کا ارتکاب کیا اور افغانستان کی اسلامی ریاست کو امریکہ سے مل کر تباہ و برباد کر دیا آج وہی امریکہ ہمیں موردِ الزام ٹھہرا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم نواز شریف نے پرویز مشرف کی روشن خیالی اور جدت پسندی کو آگے بڑھاتے ہوئے وزارت تعلیم کو حکم دیا ہے کہ وہ پلورل ازم کو تعلیم کا حصہ بنائے تا کہ ایک ایسی سوسائٹی وجود میں لائی جا سکے جو مختلف مذاہب، مختلف افکار اور مختلف زاویہ نگاہ رکھنے کے باوجود ایک ہو گویا اکبر کے دینِ الٰہی کو نئی شکل دی جائے گی۔ انہوں نے وزیر اعظم سے مطالبہ کیا کہ وزارت تعلیم کو دیے گئے یہ مطالبات فوری طور پر واپس لیے جائیں۔ یہ احکامات نظریہ پاکستان کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

نکلنے والے ہیں وہ کبھی ان کو اچھے نہیں لگیں گے۔ ان کو بھی مشورے دیتے ہیں۔ دیکھو اتنی شدید گرمی میں مت نکلو، کہاں جا رہے ہو۔ مقابلہ رومن ایمپائر سے ہے۔ اس کو ذرا نفسیاتی اعتبار سے دیکھیے۔ وہ منافق خود کو قربانی سے بچا کر انتہائی کامیاب سمجھتے تھے کہ آنحضورﷺ ہمارے ایمان کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے عذر کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں۔ یوں ہم آرام سے گھر میں ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف وہ جو تیس (30) ہزار کا لشکر غزوۂ تبوک کے لیے نکلا ہے۔ ان پر وہ مرحلے بھی آ رہے ہیں کہ ان کے لیے 24 گھنٹے کا راشن دو افراد کے لیے ایک کھجور ہے۔ جبکہ ہم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے خوب ٹھنڈی چھاؤں کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ ہر طرح کی نعمتیں اللہ نے ہمیں دے رکھی ہیں۔ منافق اپنے آپ کو انتہائی کامیاب سمجھ رہے ہیں۔ جبکہ قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ بہت ہی بری حرکتیں ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ اپنا مستقبل اور اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ انہیں اندازہ نہیں ہے۔ ”یہ اس لئے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو اب یہ سمجھتے ہی نہیں۔“ (المنافقون:3) کسی کے دل پر پہلے دن مہر نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں انہیں بار بار سمجھایا گیا، توجہ دلائی گئی۔ لیکن جب یہ کچھ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو بالآخر ان کے دل پر مہر ہو گئی ہے۔ سورۃ النساء میں فرمایا گیا: ”جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں بڑھتے گئے۔“ (النساء:137) عجیب انداز ہے، انہی منافقین کا ذکر ہو رہا ہے کہ ایمان تو لائے تھے لیکن پھر کفر کیا۔ یہ باطنی کفر ہے۔ باطنی کفر یہ بھی ہے کہ ایک انسان کو پتا ہے کہ اللہ کا حکم یہ ہے لیکن میں اندر سے اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں، یا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس کے اس طرزِ عمل پر دنیا میں اس کے کافر ہونے کا فتویٰ نہیں لگے گا۔ جب تک وہ زبان سے کلمہ پڑھ رہا ہے وہ دنیا میں مسلمان شمار ہوگا۔ یہ اب رب کا معاملہ ہے کہ اس کو واقعی کوئی عذر لاحق تھا یا اس نے دنیا کی محبت میں قربانی سے گریز کیا ہے۔ تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔ ایمان کا منطقی نتیجہ تو یہ تھا کہ اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو۔ اگر وہاں بریکیں لگ رہی ہیں تو یہ ایک طرح سے باطنی ارتداد ہے۔ ایمان کے بعد پھر انکار کی طرف آ رہے ہیں یہ جو کفر ہے باطن میں ہے زبان پر نہیں ہے۔ زبان سے تو قسمیں کھا رہے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کی صف میں شامل رکھے گئے۔ اسی لیے انہیں کہا گیا کہ یہ آستین کا سانپ ہیں۔ انہیں کلمہ کی پروٹیکشن حاصل ہے۔ رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی کی نماز جنازہ آنحضورﷺ نے پڑھائی تھی۔ اور یہ وہ موقع تھا کہ پھر قرآن مجید میں یہ آیت آ گئی ”اور (اے پیغمبر) ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا۔“ (التوبہ:84) اے نبیؐ! آئندہ آپؐ کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائیں گے۔ اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر جائیں گے اور نہ اس کے لیے کوئی دعا کریں گے۔ چونکہ حضورﷺ کو معلوم تھا کہ کون کون منافق ہے۔ لہٰذا اس کے بعد آنحضورﷺ کو جب معلوم ہوتا تھا کہ فلاں شخص کا انتقال ہوا ہے۔ تو آپؐ کہتے تھے کہ اپنے بھائی کی نماز خود پڑھ لو، لیکن یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ منافق ہے تم بھی اس کی نماز جنازہ مت پڑھو۔ بہرحال دنیا میں انہیں یہ پروٹیکشن حاصل ہے۔ اب آیئے اگلی آیت کا مطالعہ کرتے ہیں: ﴿وَاِذَا رَاَیۡتَہُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُہُمۡ ؕ﴾ ”اور جب تم ان (کے تناسب اعضا) کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمہیں (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے ہیں۔“ (المنافقون:4) اس لیے کہ اکثر ان میں سے منافقین مدینہ ہی کے رہنے والے تھے۔ مکہ سے آنے والے تو قربانیاں دے کر آئے تھے وہ آزمائش کی تمام منازل طے کر کے آئے تھے۔ لیکن یہاں رؤساء اور مالدار لوگ بھی تھے۔ منافقین میں زیادہ تر وہی ہیں جو صاحب مال تھے۔ صاحب حیثیت تھے۔ چنانچہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ان کے تن و توش مسلمانوں کو بڑے بھلے لگتے ہیں۔ لباس بھی اچھا ہے اور جو بھی مال و دولت کی فراوانی ہے، اس کا ظہور ان کے تن و توش سے بھی ہو رہا ہے۔ یہ ظاہری رنگ و روپ اپنی جگہ مرعوب کن ہوتا ہے ان کے لباس وضع قطع سے مسلمان مرعوب ہوتے تھے۔ ﴿وَاِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِہِمۡ ؕ﴾ ”اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو تم ان کی تقریر کو توجہ سے سنتے ہو۔“ یہ مال کی محبت ہی تو پاؤں کی بیڑی بنتی ہے۔ مال کا زیادہ ملنا بہت بڑی آزمائش ہے۔ ایسے لوگ لیڈ کرنے والے ہوتے ہیں۔ جب یہ بات کرتے ہیں تو لگتا ہے بڑے معزز ہیں۔ لہٰذا آپؐ بھی ان کی بات بڑی توجہ سے سنا کرتے تھے۔ ﴿کَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ؕ﴾ ”گویا لکڑیاں ہیں جو دیواروں سے لگائی گئی ہیں۔“ ان کی اصل حقیقت کیا ہے یہ ایسے ہیں جیسے سوکھی لکڑیاں جنہیں سہارا دے کر کھڑا کیا گیا ہو۔ ان کی باطنی حیثیت خشک لکڑیوں کی سی ہے۔ چنانچہ اس کا ظہور کیا ہو رہا ہے۔ ﴿یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ ؕ﴾ ”(بزدل ایسے کہ) ہر زور کی آواز سمجھیں (کہ) ان پر بلا آئی۔“ ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اب کوئی نیا تقاضا سامنے آ رہا ہے۔ جہاد کے لیے نکلنے کے لیے پھر کال دی جائے گی۔ ہر وقت جان پہ بنی رہتی ہے اور یہ اندر سے کانپ رہے ہوتے ہیں۔

یہ ہے ان کی اصل حقیقت جو قرآن نے کھول کر بیان کر دی۔ ﴿ہُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡہُمۡ ؕ﴾ ”یہ (تمہارے) دشمن ہیں ان سے بے خوف نہ رہنا۔“ آج کل کے نوجوانوں کے لیے مشکل ہو جاتی ہے یہ مار آستین ہیں۔ آستین کا سانپ اس دشمن کو کہتے ہیں، جس کا آپ کو پتا ہی نہ ہو۔ آپ باہر وحشی درندوں سے تو بچ رہے ہیں لیکن وہ آستین کا سانپ ہے پتا نہیں کہ کب اچانک ڈس لے۔ تو اصل دشمن یہ ہے لہٰذا اے نبیؐ آپ ان کی سازشوں سے ہوشیار رہیے۔ ان پر آپ کی نگاہ رہنی چاہیے۔ ان کی باتوں میں نہ آ جایئے گا۔ ﴿قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ ۫ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۴﴾﴾ (المنافقون) ”اللہ ان کو ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔“ یہ اپنی خوش قسمتی کو خود بدقسمتی میں بدل رہے ہیں۔ انہیں حضورﷺ پر ایمان نصیب ہوا تھا، آپؐ کی مصاحبت نصیب ہوئی ہے۔ آپؐ کا قرب نصیب ہوا، لیکن اپنے طرزِ عمل کی وجہ سے انجام بد سے دوچار ہو رہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک یہی ہیں سب سے بڑا خسارہ پانے والے اور سب سے بڑے اللہ کے دشمن۔ اب آگے جو الفاظ آ رہے ہیں اس سے بات مزید واضح ہو رہی ہے: ﴿وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا یَسۡتَغۡفِرۡ لَکُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ﴾ ”اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت مانگیں۔“ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آ کر اپنے جرم کا اقرار کرو اور اپنی کوتاہی کے اوپر ندامت کا اظہار کرو تاکہ رسول تمہارے لیے استغفار کریں۔ ﴿لَوَّوۡا رُءُوۡسَہُمۡ﴾ ”تو سر ہلا دیتے ہیں“ تو وہ اپنے سروں کو خاص انداز سے جنبش دیتے ہیں یعنی وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے۔ معنی خیز انداز میں جنبش دے رہے ہیں۔

اب وہ عزت نفس بھی آڑے آ رہی ہے۔ ﴿وَرَاَیۡتَہُمۡ یَصُدُّوۡنَ وَہُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۵﴾﴾ (المنافقون) ”اور تم ان کو دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔“ آپ دیکھتے ہیں انہیں کہ وہ بے رخی اختیار کرتے ہیں رک جاتے ہیں اور استکبار اور گھمنڈ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ﴿سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ ؕ﴾ ”تم ان کے لئے مغفرت مانگو یا نہ مانگو ان کے حق میں برابر ہے۔“ لہٰذا اب اللہ کے نزدیک ان کے حق میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا کہ اے نبی آپ ان کے حق میں استغفار کریں یا استغفار نہ کریں۔ ﴿لَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَہُمۡ ؕ﴾ ”اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔“ اب آپ کا استغفار بھی ان کے حق میں مفید نہیں ہوگا۔ جس بدترین انجام سے وہ دوچار ہوں گے۔ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۶﴾﴾ (المنافقون) ”بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔“ یہ مضمون چل رہا ہے ان شاء اللہ اس پر آئندہ گفتگو ہوگی۔

اہلِ دل ہیں تیرہ روز

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ایک جنوبی ہندو مودی وزیراعظم منتخب ہونے کے بعد سے پوری یکسوئی سے پاکستان دشمنی کے ایجنڈے پر قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ امریکہ کی مکمل آشیر باد اسے حاصل ہے۔ دجالی، صلیبی جنگ میں امریکہ خود پاکستان سے اپنی جنگیں لڑوانے کو دوستی کا بہروپ بھرے ہوئے ہے۔ بھارت کی پیٹھ ٹھونکتا ہے علاقائی تھانیدار کے طور پر پاکستان کی مرمت کرنے کے لیے۔ ع بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا۔ لہٰذا ایک تسلسل سے سرحدی خلاف ورزیاں، جارحیت جاری ہے۔ پاکستان سے چھینے ہوئے سیاچن پر مودی نے دیوالی منائی۔ امریکہ اسے ایٹمی کلب کا ممبر، سلامتی کونسل کا مستقل رکن اور عالمی طاقت بنا رہا ہے۔ بھارت افغانستان میں سرگرم عمل ہے۔ اگرچہ جن اللہ کے شیروں کے آگے دنیا بھر کی سائنس ٹیکنالوجی، بری فضائی افواج نہ ٹھہر سکیں تو بھارت، بنیا، کس کھیت کی مولی ہے۔ طالبان کو جلد یا بدیر آنا ہی ہے۔ پھر بھارت اور بھارت نوازی خواب و خیال ہو جائیں گے۔ یہ نوشتۂ دیوار ہے۔ قسمت آزمائی کر دیکھیے! تاہم بھارت کے آج عالمی طاقتوں کے برابر کھڑے ہونے کی صلاحیت میں جو عوامل کارفرما ہیں وہ تقابل میں دیکھے جانے کی ضرورت ہے۔

بھارت نے صنعتی، دفاعی، تعلیمی، سائنسی، خلائی اور آئی ٹی کے شعبے میں بے پناہ ترقی کی ہے۔ ہم تعلیم کے امریکی ایجنڈے ہی پورے کرتے یکسوئی اور قومی شناخت سے محروم ہیں۔ زراعت میں بھارت کے ٹماٹر کھا کر امریکی جنگوں میں اپنا خون دے کر خیرات پر معیشت چلا رہے ہیں۔ قومی اثاثوں کی بے دریغ فروخت، باقی سب کچھ غیر ملکی کمپنیوں کے حوالے! اُدھر روز اول سے بھارتی فوج کبھی سیاست میں ملوث نہیں ہوئی۔ یکسوئی سے پیشہ ورانہ امور پر اس کی توجہ مرکوز رہی۔ بھارتی سیاست دان، بیوروکریسی، میڈیا سب بھارت کے مفاد کی بات کرتے ہیں۔ وہ فکری انتشار جو غیر ملکی آلہ کاری کا باعث بنتا ہے بھارت میں یوں نظر نہیں آتا۔ بھارت میں آرمی چیف بدلتا ہے تو ایک لائن کی چھوٹی سی خبر کہیں بنتی ہے۔ یہاں ماتحت ایجنسی کا چیف ظہرانہ اور سویئر لے کر رخصت ہوتا ہے تو بڑی خبر بنتی ہے! وہاں سویلین بالادستی مستحکم ہے۔

جس نوعیت کے المناک، شرمناک ڈرامے اور جگ ہنسائی دھرنے، پارلیمنٹ، ٹی وی کی عمارت پر حملہ ہمارے ہاں ہوا، اس کے مقابلے میں وہاں سیاسی پختگی بدرجہا زیادہ ہے۔ اس وقت ذرا اخبارات میں پاکستان کا منظرنامہ دیکھ لیجیے۔ سیاست دانوں کی سینٹ، قومی اسمبلی میں سر پھٹول دیکھیے۔ اپنی جماعتوں کے اندر جھگڑے، فساد، دھڑا بندی، جوتم پیزار الگ ہے، اور بین الجماعتی ہنگامے الگ۔ سب ناراضیوں کی لپیٹ میں ہیں۔ ایک کو مناؤ تو دوسرا روٹھ جاتا ہے۔ ایک اپنے بیان سے آگ لگا دیتا ہے۔ پارٹی کی فائر بریگیڈ دوسری جانب سے لپکی چلی آتی ہے آگ بجھانے! عمران خان، سراج الحق پر برس پڑے۔ سراج الحق ہمیشہ ذومعنی بات کرتے چلے آئے ہیں کہ باغبان بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی۔ لیکن باغبان بگڑ گیا۔ خٹک اور شاہ محمود نے فائر بریگیڈ کا کام کیا، تاکہ اتحاد میں رخنہ نہ پڑے۔ پھر عمران صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ''ہم اسلامی نظام کے لیے کوشاں ہیں، سراج الحق بھی ایسا ہی چاہتے ہیں تو کرپٹ ٹولے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں''۔ عمرانی اسلام کی جھلکیاں اور ٹوٹے تو دھرنے میں نمازوں کے اوقات میں بھی دیکھے جا سکتے تھے۔ علاوہ ازیں بھی! اسلام کا لٹمس ٹسٹ تو نماز ہے، جو 10 سال سے کم عمر، دیوانے اور بے ہوش کے سوا کسی کو معاف نہیں۔ اور نبی ﷺ نے تنبیہ بھی فرما دی: ''جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا''۔ سو اذان کے مقابل بجتی موسیقی اور نمازوں کی علی الاعلان برسرِ ٹیلی ویژن عدم ادائی کے مناظر ان کے اسلام کا حال سنانے کو کافی ہیں۔ رہی بات شبانہ رقص وسرود کی مجالس کی جو روزانہ کا فیچر تھا، اس کی یاد دہانی پر تحریک انصاف بھڑک اٹھتی ہے۔ کے پی اسمبلی میں بھی مار پٹائی ہوگئی۔ حالانکہ جو کام سرِعام، لبِ سڑک ہوتا رہا جو روشن خیالی کا سرمایۂ افتخار بھی تھا، اس پر ناراضی کیسی؟

اِدھر یہ دونوں الجھے، سلجھے تو اُدھر چودھری نثار اور خورشید شاہ باہم بگڑ گئے۔ او جی ڈی سی ایل ملازمین پر پولیس تشدد پر پوری اپوزیشن ہی بھڑ گئی کہ دھرنے والوں کو اُف تک نہ کہا! غریب مزدوروں پر لاٹھی چارج کیوں کیا؟ حالانکہ سادہ سی بات ہے دھرنا میڈان انگلینڈ (اور کینیڈا) تھا۔ مزدور خالص دیسی اور پاکستانی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو لیے ہوئے تھے! یہ دیسی مٹی کے پیالے......اور لے آئیں گے بازار سے گر ٹوٹ گیا، برانڈ ہیں۔ اپنے ہیں۔ ہلدی، چونا لگا کر ہڈیاں سینک لائیں گے۔ کانچ کی اشرافیہ کو تو میلی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا! ان جھگڑوں سے نظر ہٹائیے تو جماعتوں کے اندر بھی ہر طرف کھینچا تانی جاری ہے۔ (ن) لیگ کے اندر اختلافی کھچڑیاں پک رہی ہیں۔ اقبال ظفر جھگڑا پارٹی سیکرٹری جنرل ہیں لیکن ان کے کاموں پر قبضہ انوشہ رحمان کا ہے۔ پھر جھگڑا تو ہوگا! سو ملک سے باہر کے چیلنج جو بھی اور جیسے بھی ہوں، اندر ہمیں روٹھنے منانے سے فرصت نہیں۔ بھارت، مودی سے کہہ دیں......راہ لگ اپنی۔ تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں......!

دوسری جانب بھارتی کٹھ پتلی حسینہ واجد اپنے (بھارت کے تفویض کردہ) ایجنڈے ڈھٹائی سے پورے کر رہی ہے۔ عالمی انسانی حقوق کی تنظیمیں، گلوبل ویلج میں انصاف کے نام نہاد چودھری، مبنی برظلم سزائے موت کا تسلسل بنگلہ دیش میں دیکھ رہے ہیں۔ ملالہ پر تڑپنے والے، گستاخانِ رسالت ﷺ کو تحفظ دینے والے عالمی انصاف کے ٹھیکیدار اسلام پسندوں سے ظلم و بے انصافی پر یکایک اندھے، بہرے گونگے بن جاتے ہیں۔ ملاّ عبدالقادر شہید کو مظلومانہ پھانسی دی۔ سناٹا چھایا رہا۔ ضعیف العمر پروفیسر غلام اعظم قید و بند کی صعوبتیں سہتے اللہ سے جا ملے، ہُو کا عالم طاری رہا۔ اب امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش مطیع الرحمان نظامی کو سزائے موت سنا دی۔ دنیا کو تو کیا کہنا ع مرے تھے جن کے لیے وہ رہے وضو کرتے۔ پاکستان بچانے اور پاکستانی فوج کی محبت اور معاونت کے جرم پر سزا پانے والوں کے لیے ہم نے کیا کیا؟ ایک مرتبہ پھر وزیر مملکت آفتاب شیخ نے وہی بات کہی جو پہلے والے کہتے رہے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

اسلامی سائنسی فکر اور پیغمبر انقلاب ﷺ

پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ

زندگی میں ہمارے سامنے بہت سے معاملات میں ایسی صورت حال آتی ہے جہاں ہمیں دو طبعی چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ صحیح انتخاب وہی کرسکتا ہے جو ''جانتا'' ہو اور ''تمیز'' کرسکتا ہو۔ اس کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے اور علم کے خزینے میں ہونے والے روز افزوں اضافے سے واقف رہنا ضروری ہے۔ ہر دور کا جدید علم، اس کی ایجادات اور اس کی دریافتیں، دراصل اس دور کی سائنس ہوتی ہیں، جو ہمیں جاننے اور تمیز کرنے میں آسانی فراہم کرتی ہیں۔

ایک عرصہ تک ہمارے معاشرے میں خصوصاً مذہبی طبقے کی طرف سے جدید تعلیم اور سائنس کو مطعون کیا جاتا رہا۔ اب اگرچہ جدید علوم کی اہمیت ہم پر عیاں ہوچکی ہے، لیکن پرانی عادتیں جلد پیچھا نہیں چھوڑتیں اور جدید علوم کو حاصل کرنے کے حوالے سے جس غفلت کا مظاہرہ ہم نے ماضی میں کیا، وہ ابھی تک پوری طرح ہمارے دامن سے جدا نہیں ہوئی ہے۔ ضروری ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کے اقدامات کیے جائیں کہ اسی میں نہ صرف شخصی بلکہ قومی اصلاح کا راز بھی پوشیدہ ہے۔

جدید تعلیم سے آشنائی حاصل کرنے کا مطلب یہ بھی نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے ہر میدان میں طبع آزمائی شروع کر دی جائے۔ یقیناً اس تعلیم کے بعض پہلو ایسے بھی ہیں جو ہماری دنیا و آخرت کے لیے ضرر رساں ثابت ہوسکتے ہیں۔ ان پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔

اسلام کی فطری تعلیمات نے ہمیشہ ذہن انسانی میں شعور و آگہی کے اَن گنت چراغ روشن کرکے اسے خیر و شر میں تمیز کا ہنر بخشا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکار کو سائنسی علوم کے حصول کا درس دیتے ہوئے ہمیشہ اعتدال کی راہ دکھائی ہے۔ اسلام نے اس کارخانہ قدرت میں انسانی فطرت اور نفسانیت کے مطابق انسان کو احکامات اور ضابطوں کا ایک پورا نظام دیا ہے اور اس کے تضادات کو مٹا کر اسے اپنے نصب العین کی سچائی کا شعور عطا کیا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے سفر کی ابتدائی صدیوں میں تفکر و تدبر کے ذریعے سائنسی علوم میں نہ صرف بیش بہا اضافے کیے، بلکہ انسان کو قرآنی احکامات کی روشنی میں تسخیر کائنات کی ترغیب بھی دی۔ چنانچہ اس دور میں بعض حیران کن ایجادات بھی عمل میں آئیں اور سائنسی علوم کو ایسی ٹھوس بنیادیں فراہم ہوئیں جن پر آگے چل کر جدید سائنسی علوم کی بنیاد رکھی گئی۔ یہاں پر ہم قرآن مجید کی چند ایسی آیات کریمہ پیش کر رہے ہیں جن کے مطالعے سے قرونِ اولیٰ کے مسلمان سائنسدانوں کو سائنسی تحقیقات کی طرف ترغیب ملی اور اس کے نتیجے میں بنی نوع انسان نے تحقیق و جستجو کے نئے باب تحریر کیے۔

چند آیات ملاحظہ کیجیے علم کی فضیلت پر:

1۔ ''اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں (جو صاحبِ بصیرت ہیں)۔'' (فاطر:28)

2۔ ''اور جنہیں علم عطا کیا گیا ہے (اللہ) ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا۔'' (المجادلہ:11)

3۔ ''سو تم اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو۔'' (النحل:43)

کئی دیگر آیات ایسی ہیں، جن میں انسان کو کائنات میں غور وفکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے:

1۔ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں اور (کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے، پھر اس کے ذریعے زمین کو مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکم الٰہی) کا پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لیے (قدرت الٰہیہ کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔'' (البقرۃ:164)

2۔ ''بے شک رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور ان (جملہ) چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمائی ہیں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو تقویٰ رکھتے ہیں۔'' (یونس:6)

3۔ ''اور وہی ہے جس نے (گولائی کے باوجود) زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ بنائے اور ہر قسم کے پھلوں میں (بھی) اس نے دو دو (جنسوں کے) جوڑے بنائے۔ (وہی) رات سے دن کو ڈھانک لیتا ہے۔ بے شک اس میں تفکر کرنے والے کے لیے (بہت) نشانیاں ہیں اور زمین میں (مختلف قسم کے) قطعات ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جھنڈ دار اور بغیر جھنڈ کے۔ ان (سب) کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور (اس کے باوجود) پھر ذائقہ میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشتے ہیں۔ بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں۔'' (الرعد:3،4)

4۔ ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان کی جانب سے پانی اُتارا، اس میں سے (کچھ) پینے کا ہے اور اسی میں سے (کچھ) شجرکاری کا ہے (جس سے نباتات، سبزے اور چراگاہیں اگتی ہیں) جن میں تم (اپنے مویشی) چراتے ہو، اسی پانی سے وہ تمہارے لیے کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (اور میوے) اگاتا ہے۔ بے شک اس میں غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے۔'' (النحل:10،11)

5۔ ''اور (اے انسانو!) کوئی بھی چلنے پھرنے والے (جانور) اور پرندہ جو اپنے دو بازوؤں سے اڑتا ہو (ایسا) نہیں ہے مگر یہ کہ (بہت سی صفات میں) وہ سب تمہارے ہی مماثل طبقات ہیں۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جسے صراحتاً یا اشارتاً بیان نہ کر دیا ہو) پھر سب (لوگ) اپنے رب کے پاس جمع کیے جائیں گے۔'' (الانعام:38)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے ساتھ ساتھ دین فطرت بھی ہے، ان تمام احوال و تعبیرات پر نظر رکھتا ہے جن کا تعلق مسلمہ حقیقت سے ہے کہ اسلام نے یونانی فلسفے کے گرداب میں بھٹکنے والی انسانیت کو نورِ علم سے منور کرتے ہوئے جدید سائنس کی بنیادیں فراہم کیں۔

قرآن مجید کا ایک موضوع یہ بھی ہے کہ انسان ہونے والے حالات و واقعات اور حوادث عالم سے باخبر رہنے کے لیے غور و فکر اور تدبر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل اور قوت مشاہدہ کو بروئے کار لائے، تاکہ

کائنات کے مخفی وسربستہ راز اس پر آشکار ہوسکیں۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ سائنسی علوم کی بدولت کائنات کی ہر شے کو انسانی فلاح کے نقطۂ نظر سے اپنے لیے بہتر سے بہتر استعمال میں لائے۔ اسی طرح ایک طرف ہمیں مذہب یہ بتاتا ہے کہ جملہ مخلوقات کی خلقت پانی سے عمل میں آئی ہے تو سائنس اور ٹیکنالوجی کی ذمے داری یہ رہنمائی کرنا ہے کہ بنی نوع انسان کو پانی سے کس قدر فوائد بہم پہنچائے جاسکتے ہیں اور اس کا طریقہ کار کیا ہو۔

قرآنِ مجید نے بندۂ مومن کی بنیادی صفات وشرائط کے ضمن میں جو اوصاف ذکر کیے ہیں ان میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں تفکر کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ آج کا دور سائنسی علوم کی معراج کا دور ہے۔ سائنس کو بجا طور پر عصری علم کہا جاتا ہے، لہٰذا دورِ حاضر میں دین کی صحیح اور نتیجہ خیز اشاعت کا کام جدید سائنسی بنیادوں پر بھی بہتر طور پر سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ اس دور میں اس امر کی ضرورت گزشتہ صدیوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے کہ مسلم معاشروں میں جدید سائنسی علوم کی ترویج کو فروغ دیا جائے اور دینی علوم کو سائنسی تعلیم سے مربوط کرتے ہوئے حقانیت اسلام کا بول بالا کیا جائے۔ چنانچہ آج کے مسلمان طالب علم کے لیے مذہب اور سائنس کے باہمی تعلق کو قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھنا از حد ضروری ہے۔

قرآنِ مجید میں کم وبیش ہر جگہ مذہب اور سائنس کا اکٹھا ذکر ہے مگر یہ ہمارے دور کا المیہ ہے کہ مذہب اور سائنس دونوں کی سیادت اور سربراہی ایک دوسرے سے ناآشنا افراد کے ہاتھوں میں ہے۔ چنانچہ دونوں گروہ اپنے مدمقابل دوسرے علم سے دوری کے باعث اسے اپنا مخالف اور متضاد تصور کرنے لگے ہیں، جس سے عامۃ الناس کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے مذہب اور سائنس میں تضاد اور تخالف سمجھنے لگے ہیں، جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

مغربی تحقیقات اس امر کا اقرار کرچکی ہیں کہ جدید سائنس کی تمام ترقی کا انحصار قرونِ اولیٰ کے مسلمان سائنسدانوں کی فراہم کردہ بنیادوں پر ہے۔ مسلمان سائنسدانوں کو سائنسی نہج پر کام کی ترغیب قرآن وسنت کی ان تعلیمات نے دی تھی جن میں سے کچھ کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔ اسی منشائے ربانی کی تکمیل میں مسلم سائنسدانوں نے ہر شعبہ علم کو ترقی دی اور آج اغیار کے ہاتھوں وہ علوم اپنے نکتہ کمال کو پہنچ چکے ہیں۔ شومئی قسمت کہ جن سائنسی علوم وفنون کی تشکیل اور ان کے فروغ کا حکم قرآن وحدیث میں جابجا موجود ہے اور جن کی امامت کا فریضہ ایک ہزار برس تک خود بغداد، دمشق، اسکندریہ اور اندلس کے مسلمان سائنسدان سرانجام دیتے چلے آئے ہیں، آج قرآن وسنت کے نام لیوا طبق ارضی پر بکھرے مسلمانوں میں سے ایک بڑی تعداد اسے اسلام سے جدا سمجھ کر اپنی تجدد پسندی کا ثبوت دیتے نہیں شرماتی۔ سائنسی علوم کا وہ پودا جسے ہمارے ہی اجداد نے قرآنی علوم کی روشنی میں پروان چڑھایا تھا، آج اغیار اس کے پھل سے محظوظ ہو رہے ہیں اور ہم اپنی اصل تعلیمات سے روگرداں ہوکر دیارِ مغرب سے انہی علوم کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

جہاں تک مذہب کا معاملہ تھا اس نے تو ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کردیا کہ کائنات میں جو چیزیں بھی بکھری ہوئی ہیں سب انسان کے لیے مسخر کردی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’اور اس اللہ نے ساوی کائنات اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمھارے لیے مسخر کردیا ہے۔‘‘ (الجاثیہ: 13)

یہ ایک حقیقت ہے کہ ماضی میں دنیائے علم وثقافت میں عرب مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقی اسلام کی آفاقی تعلیمات ہی کی بدولت ممکن ہوئی اور جب تک مسلمان بحیثیت قوم قرآن وسنت کی فطری تعلیمات سے متمسک رہے، روحانی بلندی کے ساتھ ساتھ مادّی ترقی کی بھی اوجِ ثریا پر فائز رہے اور جونہی انھوں نے لغزش کی اور اسلامی تعلیمات سے اعراض کا راستہ اپنایا قعرِ ذلت میں جاگرے۔ ایک غیر ملکی مؤرخ جے برونوسکی (J.Bronowski) نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

’’حضرت عیسیٰؑ کے چھ سو برس بعد اسلام کا ظہور ایک نئی توانا تحریک کے طور پر ہوا۔ اس کا آغاز ایک مقامی حیثیت سے ہوا اور شروع میں نتائج کے اعتبار سے صورتِ حال غیر یقینی تھی، مگر نبی اکرم ﷺ 630ء میں جونہی فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے تو دنیا کے جنوبی حصہ میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوئی۔ ایک صدی کے اندر اسکندریہ فتح ہوا، بغداد اسلامی علم وفضل کا شاندار مرکز بنا اور اسلامی حدود کی وسعت مشرقی ایران کے شہر اصفہان سے آگے نکل گئی۔ 730 تک اسلامی سلطنت اندلس اور جنوبی فرانس کو سمیٹتی ہوئی چین اور ہندوستان کی سرحدوں تک جا پہنچی۔ طاقت اور وقار کی اس امتیازی شان کے ساتھ جہاں مسلم سلطنت اپنے عروج پر تھی وہاں یورپ اس وقت پستی اور تنزلی کے تاریک دور سے گزر رہا تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے اسلام کو معجزات کے محدود دائرہ میں رکھنے کی بجائے اسے غور وفکر اور تجزیہ کی نمایاں عقلی وفکری چھاپ عطا کی۔‘‘

اسی طرح رابرٹ ایل گلک (Robert L.Glick) نے لکھا ہے:

’’اس امر کو بخوبی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ان احادیث کو انتہائی مستند حیثیت حاصل رہی ہے اور نبی اکرم ﷺ کے اُن ارشادات کا بہت مفید اور گہرا اثر مرتب ہوا ہے۔ اُن احادیث نے اسلامی تہذیب کے سنہری دور کے عظیم مفکرین پر نہایت صحت مند اور رہنما اثر ڈالا ہے۔‘‘

پروفیسر رابرٹ (Prof. Robert) اپنی کتاب ’’محمد ﷺ بہ حیثیت معلم‘‘ Muhammad (s.a.w as a teacher) میں علم اور حصولِ علم کی اہمیت وفضیلت پر مبنی آیات واحادیث کے ذکر کے بعد مزید لکھتے ہیں:

’’(اسلام کے) ان اقوال کو بے فائدہ اور بے مقصد نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ ان پر عمل کرنے سے ٹھوس نتائج مرتب ہوئے ہیں۔ اسلامی سائنس کی اصل طاقت اس امر میں مضمر ہے کہ یہ بازنطینی یونانی واہموں کے برعکس تجرباتی امور پر زیادہ توجہ مرکوز کرتی ہے۔‘‘

اس موضوع پر مغرب کے نامور مؤرخ اور محقق رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) کا تجزیہ بہت متوازن ہے:

’’اس بات کا غالب امکان ہے کہ عرب مشاہیر سے خوشہ چینی کیے بغیر جدید یورپی تہذیب دورِ حاضر کا وہ ارتقائی نقطۂ عروج کبھی حاصل نہیں کرسکتی تھی جس پر وہ آج فائز ہے۔ یوں تو یورپی فکری نشوونما کے ہر شعبے میں اسلامی ثقافت کا اثر نمایاں ہے، لیکن سب سے نمایاں اثر یورپی تہذیب کے اس مقتدر شعبے میں ہے جسے ہم تسخیر فطرت اور سائنسی وجدان کا نام دیتے ہیں۔ یورپ کی سائنسی ترقی کو ہم جن عوامل کی وجہ سے پہچانتے ہیں وہ جستجو، تحقیق، تحقیقی ضابطے، تجربات، مشاہدات، پیمائش اور حسابی موشگافیاں ہیں۔ یہ سب چیزیں یورپ کو معلوم تھیں اور نہ یونانیوں کو۔ یہ سارے تحقیقی اور فکری عوامل عربوں کے حوالے سے یورپ میں متعارف ہوئے۔‘‘

جوزف اسکاٹ (Joseph Scoot) اور سی ای بوزورتھ (Clifford Edmund Bosworth) اپنی کتاب ’’اسلامی ورثہ‘‘ (Islamic Inheritance) میں لکھتے ہیں:

’’اس امر میں قطعی کوئی شبہ نہیں کہ یورپ کے سائنسی علوم پر اسلامی سائنسی فکر کا گہرا اثر مرتب ہوا۔ مغرب کی اس

علمی نشاۃ ثانیہ (Renaissance) پر دیگر کئی اثرات بھی مرتب ہوئے۔ مگر بنیادی طور پر سب سے گہرا اثر اندلس سے آیا، پھر اٹلی اور فلسطین کی جانب سے اثرات مرتب ہوئے، کیونکہ صلیبی جنگوں (Crusades war) نے مغربی ممالک کے لوگوں کو فلسطینی مسلم ثقافت اور سائنسی اسلوب سے روشناس کرایا۔"

یہ بات بڑی حوصلہ افزا ہے کہ مغربی مفکرین نے اس حقیقت کو ان کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ اس اعتراف حقیقت کے ساتھ ساتھ یورپی محققین نے براہِ راست اس سوال پر بھی توجہ کی ہے کہ وہ انقلاب کس چیز کے زیرِ اثر آیا اور اس کا محرک کیا تھا؟ رابرٹ ایل گلک (Robert L.Glick) نے درج ذیل الفاظ میں اس حقیقت کا برملا اظہار کیا ہے:

"یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ دنیا کی شعوری ترقی میں عربوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا، مگر کیا یہ ساری ترقی حضرت محمد ﷺ کے اثر کا نتیجہ نہ تھی؟ (یقیناً یہ اسی کا نتیجہ تھی)"

اس نے بریفالٹ (Briffault) کے اس نقطہ نظر کو رد کر دیا ہے کہ عرب سائنسدانوں کا مذہب سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا اور یہ تمام ترقی عرب علماء اور سائنسدانوں کی اپنی محنت تھی۔ اس کے نزدیک اس تمام ترقی کی بنیاد صرف اور صرف دین اسلام اور سیرت محمدی ﷺ تھی، جس کے ذریعے عرب مسلمان اور سائنسدان علوم وفنون اور تحقیق وجستجو کی شاہراہ پر گامزن ہو گئے تھے۔

ریورنڈ جارج بش (Reverend George Bush) نے اپنی کتاب "حیات محمد ﷺ" (The Life of Muhammad s.a.w) میں بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

"الہامی کتابوں کے حوالہ سے کوئی بھی تاریخی انقلاب اتنے ہمہ گیر اثرات کا حامل نہیں جس قدر پیغمبر انقلابؐ کا لایا ہوا انقلاب، جسے انھوں نے پائیدار بنیادوں سے اٹھایا اور بتدریج استوار کیا۔"

غور کیجیے کہ ہمارا ورثہ کیا تھا اور اسے کون لے اڑا؟ جو خزانہ ہم نے دریافت کیا تھا، اس سے فائدہ کون اٹھا رہا ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں؟

بقول علامہ اقبالؒ ؎

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

☆☆☆

تازہ شمارہ
اکتوبر تا دسمبر 2014ء

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحکمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی **حکمت قرآن** (لاہور)

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ـ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مشمولات

اسلام کا احیائے نو اور جامع لائحہ عمل ـــ ڈاکٹر ابصار احمد
انبیاء اور علم غیب کی حقیقت ـــ پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
قرآن کا فلسفۂ اخلاق: اہمیت اور تفہیم ـــ شاہ اجمل فاروق ندوی
محاسنِ اخلاق: قرآن و بائبل کی روشنی میں ـــ محفوظ الرحمٰن قاسمی
مقصدِ اُمت اور اخوت ومحبت ـــ حافظ انجینئر عمیر انور
عصرِ حاضر میں اجتہاد کا طریقہ کار اور اس کے تقاضے ـــ پروفیسر محمد انس حسان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

بقیہ: کار تریاقی

"یہ بنگلہ دیش کا اندرونی معاملہ ہے۔ وزارت خارجہ سے بات کریں گے"۔ کب۔؟ جب پانی سر سے گزر جائے گا؟ یہاں بھی بھارت ہی آپ کا منہ چڑا رہا ہے۔ سبق یہ مل رہا ہے "پاکستان سے محبت کی سزا بہت کڑی ہے!" پاکستان ٹوٹ گیا۔ فوجی تو عالمی قوانین کا تحفظ پا کر قیدی بنے، لوٹ آئے۔ پاکستان کی خاطر البدر، الشمس کی صورت لڑنے والوں کو، مکتی باہنی کے ظلم و درندگی کا لقمہ بننے والوں کو پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ جماعت اسلامی بنگلہ دیش اسی کا تاوان اب تک ادا کر رہی ہے!

مسلمان ہر جگہ دجالی فتنوں، جنگوں کا لقمۂ تر ہے۔ دنیا بھوکے بھیڑیے کی طرح باعمل مسلمان کے تعاقب میں ہے۔ مسلم حکمران السیسی، بشار الاسد بنے ان کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔ ایک کروڑ شامی دربدر ہو چکے۔ شامی دجالچہ بشار مہاجر کیمپ تک پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ عورتیں بچے، بوڑھے جنگ سے پناہ لینے یہاں آئے تھے۔ 75 شہری بشار کی فضائیہ نے بیرل بموں کی برسات سے مار ڈالے۔ بمباریاں ہوں گی۔ اصول یہ ہے جو مارا جائے گا وہ دہشت گرد ہوگا۔ لہٰذا باقی ماندہ مسلمان منہ موڑے اپنی کھال میں مست ہیں۔ کچھ جملے پڑھوا، رٹوا دیے گئے ہیں جو ضمیر کی خلش مٹانے کو بول کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یہ CIA کے ایجنٹ ہیں۔ یہ امریکہ کے تربیت یافتہ شرپسند ہیں۔ تو پھر ساری دنیا کا کفر مل کر ان ایجنٹوں کے درپے کیوں ہے......؟ یہ سوچنا کس کا کام ہے؟ جنہیں امریکی ڈرون، بشاری توپیں، السیسی کی فوج، حسینہ واجد نشانہ بنائے وہ کفر کے یار غدار ہوں گے یا اہلِ ایمان کا لشکر؟

اہلِ دل اس دیس میں ہیں تیرہ روز!

☆☆☆☆☆

فکر و نظر کا تضاد

راحیل گوہر

زمینی حقائق اور انسانی دعووں میں اکثر تضاد پایا جاتا ہے۔ سچائی سے چشم پوشی اختیار کر کے اپنے فکری میلانات کو ترجیح اور فوقیت دینا انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ قوموں کے حالات میں مکمل تغیر و تبدل کسی جزوی تبدیلی سے رونما نہیں ہو سکتا۔ انسانوں کی فلاح اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک ان کے خمیر میں شامل شر کے مادے کے رخ کو نہ موڑ دیا جائے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے تھے ''کہ نفس انسانی کے داعیات کا ازالہ نہیں امالہ کرنا ضروری ہے''۔ حضرت نے بالکل صحیح فرمایا، ان کا ازالہ تو انسان کے اختیار میں ہی نہیں۔ یہ تو فطری تقاضے ہیں۔ ان کو نکال کر پھینکا نہیں جا سکتا، بلکہ ان کے رخ (direction) کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کسی حد تک انسان کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

عالمی دانشور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انسان تہذیب و تمدن کی تمام نعمتوں سے سرفراز ہو رہا ہے۔ انسانی تاریخ ایک طویل سفر طے کر کے آج اس نظام کو تشکیل دے چکی ہے جو انسانیت کی فوز و فلاح، ترقی اور خوشحالی کی ضامن ہے۔ کمیونزم کا بت پاش پاش ہو چکا اور جمہوریت امن و آشتی کا پیغام لے کر آ چکی ہے، جس میں بظاہر ہر انسان کے مساوی حقوق موجود ہیں۔ مگر اس دعوے کے برخلاف موجودہ دور کے حالات کی جو اصل تصویر سامنے آتی ہے وہ تو یہ ہے کہ انسانیت ظلم و استحصال، وحشت و درندگی، احترام آدمیت سے یکسر محروم، غربت و افلاس کی چکی میں پستی اور حیوانوں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ پھر فلاح کہاں ہے؟ انسانیت کی اعلیٰ اقدار کیوں عنقا ہیں؟ یہ کیسا نظام حکومت ہے جس میں انسان اپنی بنیادی ضرورتوں کو بھی پورا نہیں کر سکتا۔ دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کے لیے صبح سے رات تک کولھو کی بیل کی مانند جتا رہتا ہے پھر بھی نہ پیٹ بھرتا ہے اور نہ تن ہی ڈھک پاتا ہے۔ موجودہ تہذیب میں شر کی قوتوں کو خیر پر غلبہ حاصل ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کی تہذیب انسان کے گمبھیر مسائل کے حل کے لیے سودمند نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی تہذیب اللہ سے تعلق توڑ کر ثمر دار نہیں ہو سکتی۔ یہ دور تہذیبوں کے فکری اور عملی تعاون کا نہیں بلکہ تہذیبوں کے تصادم کا دور ہے۔ اور تصادم کبھی پرامن نتائج پیش نہیں کرتا۔ تہذیبیں جب تک اپنی انسان پرور تعلیمات کے مطابق عمل کرتی رہیں ان کا ارتقاء بھی جاری رہا اور دنیا سکھ چین کی زندگی گزارتی رہی، لیکن جب انسانوں نے مادی منفعت کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور دنیا پرستی ذہنوں میں سما گئی تو اسی دن سے تہذیبوں کا زوال شروع ہو گیا۔ سچ تو یہ ہے اعلیٰ انسانی اقدار کے بغیر ہر تہذیب کھوکھلی اور بقائے انسانی کی عمارت کو مسمار کر دینے کی علامت ہے۔ یہ تہذیب اپنے دامن میں نفرتوں، فرقہ بندیوں، غیر انسانی رویوں، بربریت، دہشت گردی، تعصب اور وطنیت کو فروغ دیتی ہے۔

تہذیبیں کسی بھی خطہ ارض کے حالات اور اس پر بسنے والوں کی روایات اور ان کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی تقاضوں کے تحت اپنی صورت گری کرتی ہیں۔ اسلامی تہذیب نے بھی جزیرہ نمائے عرب کی سرزمین پر جنم لیا۔ یہ ایک اعلیٰ اخلاق، محبت رواداری، اخوت و یگانگت اور نفرت و تعصب سے عاری بے مثال تہذیب تھی۔ جس کا دامن کریمی ہر مذہب اور ہر رنگ و نسل کے لیے پھیلا ہوا تھا۔ ایک کلمے کا زبانی اقرار اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان کامل ہر رنگ و نسل اور مذہب کے انسان کو اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لیتا تھا۔ اس اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا اور اہم وصف اس کا حسن اخلاق ہے۔ اور یہی وہ وصف ہے جس سے دنیا کی ہر تہذیب کا دامن خالی ہے۔ اس حیات دنیوی کے خدوخال اور انسانیت کی بھلائی کو وضع کرنے والی قومیں آج انسانیت سوز رویوں کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ افغانستان، عراق، وادیٔ کشمیر اور برما میں جو انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے، بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے اور معصوم عورتوں کی عصمتوں سے کھیلا جا رہا ہے، ان سب کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ موجودہ تہذیب اور انسانوں کا تشکیل دیا ہوا نظام انسانیت کے لیے امن و سلامتی کا پروانہ ہے۔

اگرچہ اس میں بھی کوئی شک نہیں اس دور کے مسلمان بھی اپنی تہذیبی اقدار کو چھوڑ کر مادہ پرستی کی دوڑ میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور اسلامی تہذیب کے اصل خدوخال کو خود ہی مٹاتے جا رہے ہیں۔ اور ان کے عالمی سطح پر زوال پذیر ہونے کا یہی سبب ہے۔ بقول غالب:

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں!

امت کی پسماندگی کا سبب امت مسلمہ کا اللہ کی ذات سے مایوس ہو کر اور اس دنیا کے وسائل پر بھروسا کر کے زندگی کے روز و شب کو ترتیب دینا ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کے رزق کی ذمہ داری خود لی تھی اور اپنے دین کو اس سرزمین پر نافذ و قائم کرنے کی ذمہ داری بندوں کے سپرد کی تھی، مگر ہم نے اس ترتیب ہی کو الٹ دیا۔ ہم زیادہ سے زیادہ رزق اور مادی وسائل سمیٹنے میں لگ گئے اور دین کو نافذ کرنا اللہ کو ہی سونپ دیا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے رسول موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ: ''موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے (اگر لڑنا ہی ضرور ہے) تو تم اور تمہارا اللہ جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے'' (المائدہ: 24) کم و بیش کچھ یہی حال آج ہم مسلمانوں کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو ذلت و رسوائی کبھی پچھلی امتوں پر تھوپی گئی تھی، آج وہ امت مسلمہ کا مقدر بن چکی ہے۔ مسلمانوں کا شاندار ماضی سیاہ بختی میں لپٹا ہوا ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تہذیب کوئی بھی ہو اگر وہ اپنی اصل بنیاد سے ہٹ جائے گی تو نتیجہ وہ برآمد ہو گا جو آج نوشتۂ دیوار ہے۔ آج عالمی اقتدار دولت و وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کا ذمہ دار ہے۔ اور یہ وہ نظام ہے جو اعلیٰ اور انسانیت نواز بنیادوں پر نہیں بلکہ مادی منفعت اور معیشت سے بھرپور فوائد سمیٹنے پر مبنی ہے۔ اور اس نظام کے پھیلاؤ سے باہمی نفرت اور خوں ریزی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ خون آشامی مغرب کے مزاج میں رچی بسی ہے اور اسی خباثت نے ماضی میں دو خوفناک جنگوں کو جنم دیا، جس کی فکر میں اقتصادی بالادستی کا جنون کارفرما تھا۔ مغرب کے اس جنون نے ہی اقوام عالم کو مادہ پرستی کی آگ میں جھونکا ہے۔ خود کو اعلیٰ تہذیب و تمدن اور امن و مساوات کے علمبردار کہلانے والے دہشت گردی کے سب سے بڑے عفریت ہیں۔ انہوں نے اپنی عسکری، مادی اور جدید ٹیکنالوجی کی ترقی سے دنیا کی آنکھوں کو چکا چوند ہی نہیں کیا بلکہ اس دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک اور ہی راستہ دکھا دیا ہے جو اگرچہ بظاہر بڑا خوشنما اور دل فریب ہے مگر باطنی طور پر اخلاقی گراوٹ، انسانیت سے عاری اور تہذیب انسانی پر بدنما داغ ہے۔ اور یہ راستہ انسان کو بند گلی میں پہنچا دیتا ہے۔

محرم الحرام کی اہمیت

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: ڈاکٹر عارف رشید (ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: فرقان دانش

سوال: محرم الحرام کا شمار حرمت والے مہینوں میں ہوتا ہے اس مہینے کو اسلام کی آمد سے قبل بھی یہی مقام حاصل تھا اس کی خاص Significance کیا ہے؟

ڈاکٹر عارف رشید: اسلامی سال میں پہلا مہینہ محرم کا آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے یہ مشاہدہ کیا کہ وہاں کے رہنے والے یہودی 10 محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ان سے پوچھا گیا کہ تم یہ معاملہ کیوں کرتے ہو؟ ان کی طرف سے یہ بات آئی کہ یہ وہ دن ہے جس دن بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات دی تھی اور اسی دن فرعون کو غرق کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام تو ہمارے بھی رسول ہیں اور ہم بھی زیادہ اس بات کے حقدار ہیں کہ ہم ان کے دن کو منایا کریں۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ 10 محرم کا روزہ ہم بھی رکھیں گے لیکن یہود کے ساتھ مشابہت کو دور کرنے کے لیے 9 محرم کے روزے کو بھی آپؐ شامل کر لیا کرتے تھے۔ یعنی آپؐ دو دنوں کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اِن روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے جو بتایا ہے وہ بالکل درست ہے۔ محرم الحرام کی اہمیت کے حوالے سے میں یہ اضافہ کروں گا کہ بعض روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ 10 محرم کو قیامت آئے گی۔ محرم کے مہینے میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا جو ان کے لیے سلامتی کا باغیچہ بن گیا تھا۔ حضرت آدمؑ کی توبہ بھی 10 محرم کو قبول ہوئی تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے 10 محرم کو نکالا گیا تھا۔ جیسے ڈاکٹر صاحب نے 10 محرم کے روزے کا تذکرہ کیا، اس اعتبار سے محرم الحرام کی اپنی جگہ بہت فضیلت ہے۔ ان ایام میں عبادات کی بہت فضیلت آئی ہے۔ یعنی یہ ایام مسلمانوں کے لیے جنت کمانے، ثواب کمانے کے حوالے سے ایک بہت بڑا موقع ہیں۔

سوال: محرم سے ہجری سال کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ فرمایئے کہ عیسوی اور ہجری سال میں کیا فرق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جب نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ اس وقت سے اسلامی کیلنڈر کا اجراء کیا گیا۔ اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم ہے۔ اس کو باقاعدہ کیلنڈر کی شکل حضرت عمرؓ کے دور میں دی گئی اور اس کا آغاز بہرحال سال ہجرت سے کیا گیا۔ عیسوی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں تاریخوں کا اس طرح تعین کر لینا بڑا مشکل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے 610 سال بعد ہوئی۔ اس میں ہمارے لیے لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ہمارے نوجوان کیا بلکہ بڑے بوڑھے لوگوں کا بھی سارا تعلق عیسوی کیلنڈر سے جڑ گیا ہے اور اسلامی کیلنڈر سے تعلق بالکل منقطع ہو گیا ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں ابھی 1436ھ کا آغاز ہوا ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت کو اس بارے معلوم ہی نہیں ہوتا جبکہ عیسوی سال کا مہینہ، سن اور اس کا دن بھی یاد ہوتا ہے۔ اسلامی سال میں ہمارے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ رمضان کی تاریخیں یا محرم کی تاریخیں یاد رہتی ہیں۔ اس کے بعد لوگوں کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ اگلا کون سا مہینہ ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عیسوی سال کے کیلنڈر کا استعمال کوئی جرم ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ عیسوی سال کے ساتھ ساتھ ہمیں اسلامی تاریخوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے۔ ان دونوں کیلنڈروں میں فرق یہ ہے کہ عیسوی سال (کیلنڈر) شمسی کیلنڈر ہے یعنی سورج کی بنیاد پر ہے اور اس کا تعین بڑا آسان ہوتا ہے۔ جبکہ اسلامی کیلنڈر قمری بنیاد پر ہوتا ہے۔ لہٰذا معلوم نہیں ہوتا کہ اگلا مہینہ 29 کا ہوگا یا 30 کا۔ اسی لیے تاریخ کے تعین میں کچھ دقت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آپ اپنے معاملات عیسوی تاریخ کے مطابق رکھیں لیکن اس کے ساتھ اسلامی کیلنڈر کی تاریخیں بھی لکھ دیں۔ اس میں ایک دن سے زیادہ کا فرق واقع نہیں ہوتا۔ کم از کم اپنے بچوں کو بتائیں کہ ہمارے اسلامی سال کے یہ 12 مہینے ہیں، یہ سب بچوں کو سکھانا چاہیے، زبانی یاد کرانا چاہیے جس طرح انھوں نے جنوری، فروری، مارچ کو یاد رکھا ہوا ہے۔

سوال: ہجری سال کے پہلے ہی دن یعنی یکم محرم کو اسلام کی عظیم المرتبت شخصیت حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی۔ یہ شہادت کس طرح وقوع پذیر ہوئی۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کی عظمت کے حوالے سے ہمارے ناظرین کو بتائیں؟

ڈاکٹر عارف رشید: اسے حسن اتفاق کہہ لیجیے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیر کا معاملہ ہے کہ اسلامی سال کا آغاز ہی اس دن سے ہوتا ہے جو شہادت حضرت عمرؓ کا دن ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بہت سے فتنے اُٹھے تھے۔ مثلاً جھوٹے مدعیان نبوت، مانعین زکوٰۃ وغیرہ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور انہی شورشوں کو ختم کرنے میں گزرا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کا دور اسلامی تاریخ کا بڑا سنہری دور ہے۔ قیامت تک لوگوں کے لیے وہ دور ایسا ہے جو ہمیں بڑی راہنمائی فراہم کرتا رہے گا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو وہ ایک فتنے کا نتیجہ تھی۔ ایک یہودی شخص عبداللہ بن سبا نے اسلام کا لبادہ اُوڑھا اور اس کے بعد اس نے اسلام کے خلاف یورش برپا کی۔ ابولولو فیروز جو پارسی تھا اور ایران سے اس کا تعلق تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا تھا جب آپؓ فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ لیکن آپؓ کے دس سالہ دور کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ ''ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا'' یعنی اسلام کو اس دور میں عظیم شان وشوکت ملی ہے، تقریباً 22 لاکھ مربع میل کے علاقے پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ کا دور تقریباً 12 سال کا دور تھا۔ اس دور میں بھی تقریباً 10، 11 سال اسی شان وشوکت کے رہے اور توسیع ہوتی رہی ہے۔ حضرت عثمانؓ کا معاملہ بھی وہی ہوا کہ عبداللہ بن سبا کے فتنے کے نتیجے میں ان کی بھی شہادت ہوئی۔ حضرت عمرؓ کا معاملہ خاص طور پر یہ ہے کہ انھیں مرادِ رسولؐ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت خباب بن ارتؓ اِس حدیث کے راوی ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا اس سے ایک دن پہلے میں نے خود حضورؐ کی زبان مبارک سے یہ دعا سنی تھی کہ اے پروردگار! عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کو اسلام کے لیے قبول فرمالے۔ اور اس سے اگلا دن تھا جب حضرت عمرؓ حضورﷺ کے پاس آئے ہیں اور اسلام قبول کیا۔ اسی لیے آپؓ کو مرادِ رسول کہا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں حضورﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتے تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔ اسی طرح ایک مقام ان کو یہ حاصل ہے کہ عمرؓ وہ شخصیت ہیں کہ جن کی موافقت میں کئی مواقع پر وحی نازل ہوتی رہی، کئی آیات ایسی ہیں کہ جن کی کوئی اور تعبیر آپ کر ہی نہیں سکتے۔ خاص طور پر غزوۂ بدر کے موقع پر جو کفار گرفتار ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں حضرت عمرؓ کا یہ موقف تھا کہ ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ کیونکہ یہ اللہ و رسول اور دین کے دشمن تھے۔ اس کے بعد سورۃ المائدہ میں وہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوگئی کہ ان قیدیوں کے ساتھ تم نے جو نرمی کا معاملہ کیا ہے یہ اللہ کو پسند نہیں آیا۔ یہ الگ بات ہے کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کے فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا معاملہ ہوگیا۔ اسی طرح خواتین کے پردے کے احکام نازل ہوئے تو اس سے پہلے حضرت عمرؓ دل میں یہ محسوس کرتے تھے کہ مسلمان خواتین کا پردے کے بغیر نکلنا ٹھیک نہیں ہے۔ بعدازاں پردے کے احکام نازل ہوگئے۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے بارے میں آپ نے یہ الفاظ سنے ہوں گے کہ ان کے دور میں لوگ اپنی زکوٰۃ لے کر پھرتے تھے اور کوئی شخص اس کو قبول کرنے والا نہیں تھا۔ اتنی خوشحالی تھی۔ آپؓ نے عدل و انصاف کا نظام قائم کیا۔ آپؓ کا یہ قول بہت معروف ہے کہ اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک کی وجہ سے مرگیا تو اللہ کے ہاں عمر مسئول ہوگا۔ ان کے دور کو مستشرقین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: پہلے میں ڈاکٹر صاحب کی بات میں اضافہ کردوں۔ حال ہی میں ایک تحقیق ہوئی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے 36 ایسے کام کیے تھے، جن میں سے بعض کام دنیا بھر کے اور بعض عرب کے کسی حکمران نے اس وقت تک نہیں کیے تھے۔ مثلاً بیت المال کا سلسلہ پہلے بھی اگرچہ کسی نہ کسی انداز میں تھا، لیکن ایک ادارہ کی صورت میں نہیں تھا۔ آپ نے اسے ایک ادارہ کی صورت دی۔ اسی طرح لوگوں کے جھگڑوں میں قاضی فیصلے کرتے تھے۔ اس کی صورت Institution کی نہیں تھی۔ باقاعدہ کوئی عدلیہ نہیں تھی۔ باقاعدہ حکومت کی طرف سے جج، قاضی مقرر نہیں کیے جاتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے باقاعدہ ایک عدالتی نظام قائم کیا۔ اسی طرح پوسٹل نظام اور ریونیو کا نظام بھی حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے قائم کیا۔ حتیٰ کہ مردم شماری کا نظام دنیا بھر میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے شروع کیا۔ اس اعتبار سے آپؓ کا دور واقعتاً ایک سنہری دور تھا۔ میرے ذہن میں ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی کتاب آ رہی ہے۔ اس نے The Hundered کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں اس نے سو ایسے آدمیوں کی فہرست بنائی جنھوں نے تاریخ کا رُخ موڑا۔ اس میں اس نے نمبر 1 پر نبی اکرمﷺ کو رکھا اور 52 نمبر پر حضرت عمرؓ کو رکھا۔ اس نے عقلی طور پر سو آدمیوں کی درجہ بندی کی جس میں اس نے حضورﷺ کو بالکل صحیح طور پر سرِفہرست رکھا۔ لیکن اگر عقیدہ سے ہٹ کر صرف عقلی طور پر بھی دیکھیں تو حضرت عمرؓ کا نمبر کافی آگے آنا چاہیے تھا۔ کیونکہ مغرب خود کہتا ہے کہ اگر دنیا میں ایک عمر اور ہوجاتا تو ساری دنیا اسلام کے زیرنگیں آجاتی۔ آپ بڑی آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے تاریخ کا دھارا موڑا ہے ان میں حضرت عمرؓ کا نام بھی بہت اُونچا ہے۔ آج تک سکنڈے نیوین ممالک میں عمر لاء چلتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے اقدامات ایسے ہیں جو آج تک دنیا میں چل رہے ہیں۔ آپؓ نے صحرائی نظام میں وضو سٹیشن بنائے۔ آج دنیا حیران ہوتی ہے کہ اس عظیم المرتبت شخصیت نے ایسے کام کیسے کیے۔ وہ شخصیت جن کے بارے میں ان کے باپ کہتے تھے کہ عمر تم تو بکریاں بھی نہیں چرا سکتے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ نتیجہ تھا محمد رسول اللہﷺ کی تربیت اور آپؐ کی صحبت کا۔

سوال: حضرت عمرؓ کے طرزِ حکومت سے آج کے حکمرانوں کو کیا سبق سیکھنا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: حضرت عمرؓ کے عدل کا اظہار یوں ہوتا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کے لیے تھا تو غیرمسلموں کے لیے بھی تھا۔ آج مغرب، یورپ اور امریکہ نے یہ عدل کسی حد تک اپنوں کے لیے قائم کیا ہے۔ یعنی ان کا قلب اتنا وسیع نہیں ہو سکا کہ دوسروں کو بھی اس عدل سے فائدہ پہنچاتے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں انسانی جان کی قدر ہے اور بڑے ہی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ انسانی جان جتنی ارزاں مسلمان ملکوں میں ہے شاید دنیا میں کہیں نہیں۔ یعنی وہ لوگ جو حضرت عمرؓ کی شخصیت کو اپنا لیڈر مانتے ہیں وہاں حضرت عمرؓ کے عدل و انصاف کو قائم نہیں کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے اس قول پر کہ دریائے فرات کے کنارے کتا بھی بھوکا مرگیا تو عمر جوابدہ ہوگا، اس کی تقلید میں آج یورپ وغیرہ میں تحفظ حیوانات وغیرہ کی انجمنیں بنی ہوئی ہیں۔ ان کا معاملہ اس لحاظ سے تو غلط ہوجاتا ہے کہ وہ غیروں کو مار رہے ہیں یعنی ان کا معاملہ یہ ہے کہ اپنوں اور غیروں کے حوالے سے ان کے ہاں قانون کا فرق ہے۔ لیکن آپ کو اسلامی دورِ خلافت میں یہ فرق نظر نہیں آئے گا۔ اس حوالے سے حضرت عمرؓ کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ انھوں نے غیرمسلموں کے ساتھ کیسا عادلانہ سلوک کیا۔

سوال: جب محرم کا ذکر آتا ہے تو حضرت حسینؓ کی شہادت کا ذکر ضرور آتا ہے۔ آپ حضرت حسینؓ کی شہادت کے حوالے سے کیا فرمائیں گے؟

ڈاکٹر عارف رشید: حضرت حسینؓ کی شہادت مسلمانوں کی تاریخ میں ایک بہت بڑا المیہ تھا۔ ہمارے دین میں شہادت کا مقام بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ اسلام کے پہلے شہید مرد حضرت یاسرؓ ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب حضورﷺ کی دعوت کا آغاز ہو رہا تھا اور مسلمانوں کی شدید ترین Persecution ہوتی تھی۔ ان کی شہادت کس رنگ میں ہوئی کہ ان کو ایک میدان میں لٹا دیا گیا۔ 4 اونٹ لیے گئے۔ ان کا ایک بازو ایک اونٹ کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ دوسرے اونٹ کو دوسرے بازو کے ساتھ۔ تیسرے کو ایک ٹانگ کے ساتھ اور چوتھے کو دوسری ٹانگ کے ساتھ باندھ کر مخالف سمت میں ان اونٹوں کو دوڑا دیا گیا۔ پہلا خون جو مکہ کی سرزمین میں جذب ہوا وہ حضرت یاسرؓ کا تھا۔ اسلام کی پہلی شہید خاتون حضرت سمیہؓ تھیں۔ اسی طرح حضرت حمزہؓ کی شہادت ہے۔ معرکہ حق و باطل کے اندر سنہری حروف میں لکھے جانے والی شہادت حضرت حمزہؓ کی ہے۔ حضرت حمزہؓ کا حضورﷺ کے ساتھ چچا اور بھتیجا کا رشتہ تھا۔ حضورﷺ کے بالکل ہم عمر تھے اس لیے بچپن میں ساتھ کھیلنے والے ہم جولی ساتھی بھی تھے۔ حضرت حمزہؓ آپؐ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ بہرحال شہادت کے حوالے سے قرآن پاک میں دو مقامات پر ہے کہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوجائیں انھیں مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ یہ شہادت بہت اُونچا مقام ہے۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کا اس اعتبار سے ہمارے ہاں

تذکرہ ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ ؓ نے جب یزید کو خلیفہ نامزد کر دیا تو اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ یعنی اسلام میں خلافت کا جو محل تھا اس میں ابھی تک یہ نہیں تھا کہ اپنے بیٹے کو جانشین مقرر کر دیا جائے۔ یہ گویا کہ ایک نئی کھڑکی تھی جو کھل رہی تھی۔ اس پر 5 جلیل القدر صحابہ اکرم ؓ نے اختلاف کیا۔ اور یہ بھی آن ریکارڈ ہے کہ جب حضرت حسین ؓ مدینہ سے نکلے ہیں۔ تو ان کے ساتھ خواتین اور بچے بھی تھے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ ان کے گھوڑے کے ساتھ دوڑتے چلے گئے۔ انھوں نے انھیں روکنے کی کوشش کی کہ وہ حکومت وقت سے ٹکر نہ لیں۔ بہر حال جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اس کے لیے وہ سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان میں نکل آئے اور پھر وہ تلخ واقعہ ہوا جس میں ان کی شہادت ہوئی۔ آپؓ میدان جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ گویا کہ شہادت کا جو بہت اونچا مقام ہے وہ انھیں حاصل ہوا۔

ایوب بیگ مرزا: ابھی جو شہادتوں کا ذکر ہو رہا تھا واقعتاً بڑی عظیم شہادتیں تھیں لیکن وہ شہادتیں عموماً انفرادی نوعیت کی تھیں۔ لیکن حضرت حسین ؓ نے نہ صرف اپنی جان دی بلکہ اپنے خاندان اور اہل و عیال کو بھی حق کے لیے قربان کیا۔ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ آپؓ نے یہ قربانی کس مسئلے کی اصلاح کے لیے دی۔ دراصل خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کیا جا رہا ہے جو انھوں نے محسوس کیا۔ اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت معاویہ ؓ نے یقیناً نیک نیتی سے فیصلہ کیا ہو گا اور حکومتی حوالے سے بہتری کے لیے کیا ہو گا۔ لیکن حضرت حسین ؓ نے سمجھا کہ خلافت سے ملوکیت کی طرف رُخ ہو رہا ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ اسلام کی جو سات آٹھ منزلہ عمارت تھی اس میں ایک منزل ان کو گرتی ہوئی نظر آئی۔ اس ایک منزل کو گرنے سے بچانے کے لیے آپؓ نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنی جان قربان کر دی کہ یہ تبدیلی نہ آئے اور خلافت کا معاملہ اسی طرح رہے جس طرح پہلے تھا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج اسلام کا نظام کہیں سرے سے نظر ہی نہیں آتا۔ وہ عمارت پوری کی پوری زمین بوس ہو چکی ہے لیکن ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ہم حسین ؓ سے بجا طور پر یہ عقیدت رکھتے ہیں لیکن کون سی بات ہے جس میں ہم ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ آپؓ کی شہادت سے سب سے پہلا سبق حاصل کرنے والا یہ ہے کہ حضرت حسین ؓ نے اپنے خاندان کے ساتھ ایک چھوٹی سی بات کے لیے اتنی بڑی قربانی دی۔ لیکن ہم اقامتِ دین کے معاملے میں چھوٹی سے چھوٹی قربانی دینے سے گریز کر رہے ہیں۔ اگر ہم اسوۂ حسینی کے پیروکار ہیں تو ہم دیکھیں کہ ہم اسلام کی عمارت کو از سر نو تعمیر کرنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔ کم از کم ڈھانچہ ہی کھڑا کیا جائے۔ آج دنیا میں تقریباً 57 اسلامی ممالک ہیں لیکن کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام اور شریعت محمدیؐ اپنے تمام سیاق و سباق کے ساتھ نافذ ہے۔ آج کل کے مسلمان حکمران شریعت کو اپنی حکومت کے تحفظ کے لیے تو نافذ کرتے ہیں یعنی جس طرح سعودی عرب میں ہے کہ وہاں چور کے ہاتھ تو کاٹے جائیں گے، زانی کو سزا دی جاتی ہے لیکن وہاں یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے بعد اس کا بیٹا حکمران بننے گا چاہے قابلیت کے لحاظ سے وہ کسی بھی صورت حکمران بننے کے اہل نہ ہو۔ یہ ایک بہت بڑی تبدیلی آئی ہے۔ ہم یہ شعر بہت پڑھتے ہیں ’’اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد‘‘ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ جہاد کریں گے، آپ کوشش کریں گے تو اسلام زندہ ہوگا۔ یعنی جب آپ اسلام کے لیے جہاد کریں گے، اسلام کے لیے قربانی دیں گے تب اسلام زندہ ہوگا۔ ہمارا اسلام صرف نعروں کی حد تک ہے اس میں عمل کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ بہر حال اسلام سے جذباتی لگاؤ ضرور ہے۔ ضرورت اس جذباتی لگاؤ کو عملی صورت دینے کی ہے۔

سوال: محرم الحرام میں اکثر و بیشتر فرقہ وارانہ فسادات ہو جاتے ہیں۔ شیعہ سنی معاملہ کافی عرصے سے پاکستان میں چل رہا ہے اور اسلام دشمن قوتیں اکثر و بیشتر اس کو ہوا دیتی رہتی ہیں۔ فرقہ وارانہ تصادم کے تدارک کے لیے آپ کیا اقدامات تجویز کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے ہاں جو شیعہ سنی فسادات کا معاملہ ہے اس کا بھی عمل سے کوئی تعلق نہیں بلکہ جذباتی لگاؤ کے حوالے سے تعلق ہے۔ مثلاً اہل تشیع نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس پر سنی بھڑک اُٹھے یا سنیوں نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس پر اہل تشیع بھڑک اُٹھے۔ حالانکہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اہل تشیع کا کوئی ایسا بزرگ نہیں جسے اہل سنت عزت واحترام سے نہ دیکھتے ہوں۔ سب کو معلوم ہے کہ حضرت حسین ؓ حضور ﷺ کے نواسے تھے۔ حضرت علیؓ کے لختِ جگر تھے۔ حضرت علی ؓ ہمارے چوتھے خلیفۂ راشد تھے۔ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کی جوتی اُٹھانا ہمارے لیے باعث اعزاز ہے۔ لہٰذا سب سے پہلا کام تو یہ کرنا چاہیے کہ ہمیں گفتگو کرنے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔ ہم سب کے لیے یہ ہستیاں قابل احترام ہیں لہٰذا کسی طرف سے ان ہستیوں اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں احترام کے منافی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ دوسرا کام یہ کرنا چاہیے کہ اہل تشیع اور اہل سنت کے لٹریچر میں اس حوالے سے جو غلاظت بھری ہوئی ہے اس لٹریچر کو فوری طور پر ضبط کیا جائے۔ یعنی جو لٹریچر منافرت پیدا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی کو یہ اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ دوسرے مسالک کی رسوم و عبادات میں دخل اندازی کرے۔ کم از کم عوامی سطح پر اس قسم کی دخل اندازی نہیں ہونی چاہیے۔ اسی طرح ہم گاڑیوں پر سٹیکر لگا لیتے ہیں۔ ایسے سٹیکر لگانا جس سے اپنے فرقے کی شناخت ہو اور ایسے سٹیکر جن سے دوسروں کے جذبات مشتعل ہوں نہیں لگانے چاہئیں۔ ان چیزوں کے بارے میں احتیاط کی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت فرق واقع ہو جائے گا۔

ڈاکٹر عارف رشید: کسی مسلمان کا خون بہانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا: اگر کوئی شخص کسی دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرتا ہے تو وہ گویا پوری انسانیت کو قتل کرتا ہے۔ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کی وجہ سے دوسرے مسلمان کی جان لے لیتے ہیں۔ خاص طور پر مذہبی منافرت اس درجے زور پکڑتی جا رہی ہے کہ دوسرے کافر نظر آنے لگے، پھر یہ نفرت انتقام میں بدل جاتی ہے اور دوسرے کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا اس سے بچنے کے لیے ہمیں تحمل، برداشت پیدا کرنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔ ہونا تو یہ چاہیے جو علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحر سے لے کر تا بخاک کاشغر

ہماری 99% دینی اقدار مشترک ہیں۔ ان کے اُوپر ہمیں جازم ہونا چاہیے۔ اگر کوئی اختلاف تھوڑا بہت ہے بھی تو اس کو تحمل کے ساتھ برداشت کے ساتھ قبول کرنا چاہیے اور اس قسم کی فضا نہیں بنانی چاہیے۔ جو خاص طور پر محرم کے دنوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ بہر حال یہ اختلاف یگانگت اور احترام کی فضا قائم کرنے سے دور ہوگا۔ اس مسئلے کا حل تو وہی ہے کہ پاکستان جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا۔ یعنی یہاں اسلامی نظام قائم کیا جائے تو پھر یہ فرقہ وارانہ اختلاف اگرچہ ختم نہیں ہوں گے لیکن اسلامی نظام کی برکت سے یہ شدت نہیں رہے گی۔

محرم الحرام کا پیغام......غلبہ توحید

طاہر عتیق صدیقی (ہری پور)

محرم الحرام کا چاند نظر آیا اور 26 اکتوبر 2014ء سے 1436ھ کا آغاز ہو گیا۔ اسلامی تاریخ کا پہلا مہینہ محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں قرآن عظیم نے آسمان و زمین کی تخلیق کے وقت سے محترم قرار دیا ہے۔ ان حرام مہینوں میں محرم خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے فرامین میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں ((افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ محرم)) یعنی رمضان کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے فضیلت رکھتے ہیں اور ایک برس کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ رسول محترم ﷺ کے فرامین سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ یہ مہینہ عبادات الٰہی اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے انتہائی اہم ہے، جسے شہر اللہ یعنی اللہ کا مہینہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان خصوصاً محرم کی اہمیت کو واضح کرتا ہے کہ عاشورہ (محرم کا دسواں دن) کے روز اپنے اہل وعیال کو اچھا کھلانا پلانا سال بھر کے رزق میں برکت کا باعث ہے۔ یوں ماہ محترم کے مقام کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے کہ یہ عبادات اور رزق میں برکت کا مہینہ ہے۔

قرآن عظیم نے محرم کو معزز و محترم قرار دیا کہ لوگ سفر حج سے واپس امن کے ساتھ اپنے گھروں کو پہنچیں۔ ان کی واپسی کا سفر بے خوف وخطر ہو۔ یوں اللہ نے اپنے مہمانوں کے جان ومال کی حفاظت کی ضمانت دی۔

سال بھر میں چار حرام مہینوں کے علاوہ رمضان المبارک امن عبادت اور رضائے ربانی کے حصول اور رزق کی فراوانی کا مہینہ ہے۔ اس طرح بارہ میں سے پانچ ماہ خاص طور پر انسانی زندگی میں امن عبادت اور معاشی و معاشرتی استحکام کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اور ایمان واسلام کا تو موضوع اور تقاضا ہی امن وفلاح ہے جو پوری انسانی زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور سال کے 365 دنوں کو مامون دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن عمومی طور پر ہماری اس طرف توجہ نہیں۔

اہل یہود کا یوم عاشورا کو یوم تشکر کے طور پر منانا، اور نبی اکرم ﷺ کا اس کی موافقت فرمانا اور اس سے بڑھ کر ایک کی بجائے دو روزے رکھنے کی ہدایت محض روزے رکھنے کا معاملہ نہیں بلکہ تشکر کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی ایک جداگانہ حیثیت کو بھی اُجاگر کرتا ہے۔ نیز ظلم واستحصال اور شخصی خدائی کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کرنا بھی ہے کہ فرعون کے ظالمانہ اور باغیانہ نظام سے نجات کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد اور مکہ کے فرعونوں سے نجات کے لئے اور اسلامی ریاست کے قیام کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی ہجرت دونوں کا تعلق ایک ہی مقصد سے ہے گو کہ محرم کا مہینہ تخلیق ارض وسما سے محترم ومعزز ٹھہرا ہے اور یہ بات اللہ کی کتاب سے نوشتہ تقدیر ہیں۔ غنیۃ الطالبین کے مصنف شیخ عبدالقادر جیلانی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت نوحؑ آدم ثانی محرم ہی میں اپنی قوم کی نافرمانی کے خلاف اپنے متبعین کے ہمراہ طوفان سے نجات پاتے ہوئے منزل کو پہنچے۔ حضرت خلیل اللہؑ نے اسی مہینے میں نمرود کے شاہی مندر کے بتوں کو نابود کیا، آگ میں ڈالے گئے، مگر کامیاب وکامران نکلے۔ اور عیسیٰؑ اور ادریسؑ رفعت سماوی سے ہمکنار ہوئے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ ان تمام ہستیوں نے صرف اور صرف توحید کی دعوت دی۔ شرک اور بت پرستی کا قلع قمع کرنے کے لئے زندگیاں بسر کیں اور جانوں کی پروا کیے بغیر وقت کے جابر اور ظالم حکمرانوں اور معاشروں کو اللہ کی طرف بلایا۔

محسن انسانیت ﷺ نے محرم کو بجا طور پر ”شہر اللہ“ فرمایا کہ اس ماہ میں اللہ کے راستے میں جدوجہد اور قربانی کی جو مثالیں قائم ہوئیں وہ بہر طور بے مثال اور قابل اتباع ہیں اور یہ جدوجہد یہاں رکی نہیں بلکہ آگے بڑھی۔ حضرت امام حسینؓ کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لئے قربانی نے اس داستان کو یوں مہمیز دی کہ انبیا اور رسلؑ کی جدوجہد کی تقلید کی تابندہ و روشن مثال بن گئے۔

جس طرح نوح علیہ السلام اپنے متبعین، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اہل خانہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے قوم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی حواریوں، رسول محترم ﷺ اپنے اصحابؓ واہل خانہ کے ہمراہ اللہ کی توحید کو سربلند کرنے کے لئے نکلے۔ انہی کی پیروی میں نواسۂ رسول محرم ومعزز ومحترم ماہ محرم میں اپنے اہل خاندان کو لے کر اسی راستے پر سفر کرتے ہوئے یوں قربان ہوئے کہ خود مثال بن گئے۔

اگر غور وفکر کیا جائے تو یہی پیغام ہے اس ماہ عظیم کا کہ اللہ کے دین کی سربلندی، غلبہ پیغام وتوحید اور نظام ظلم کے خاتمے کے لئے اپنی جدوجہد تیز کر دیجئے اور اس راہ میں کسی قربانی سے دریغ نہ کیجئے۔ یہی رضائے الٰہی کے حصول کا راستہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ محرم کو اس کے حقیقی تناظر میں دیکھا، سمجھا اور بسر کیا جائے اور اس کے ازلی پیغام کو جو انبیاء ورسل کی جدوجہد سے عبارت ہے، اپنایا جائے۔

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم بی اے اور ایک سالہ قرآن فہمی کورس، باشرع کے لئے رشتہ درکار ہے۔ کراچی والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0322-2175664

☆ لاہور میں رہائش پذیر 41 سالہ گورنمنٹ ملازم، ملک گوجر، تنخواہ 42 ہزار، ذاتی گھر، تعلیم بی ایس سی کمپیوٹر سائنس، (اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے جن سے 3 بیٹے اور 1 بیٹی ہے) مذہبی رجحان کی حامل خاتون (عمر 30 تا 40) کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4900273

☆ اردو سپیکنگ، راجپوت، دینی گھرانہ کی 25 سالہ بیٹی، صوم وصلوٰۃ کی پابند، باپردہ، قرآن فہمی کورس، BE کمپیوٹر انجینئر، قد 5 فٹ 3 انچ کے لئے ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-5369827

051-4533645

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم بی اے کے لئے دینی مزاج کی حامل اور غیر شرعی رسموں سے مجتنب لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-8447822

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

مفتی جمیل احمد

اللہ کی آخری کتاب قرآن جو نبی آخر الزماں ﷺ پر نازل ہوئی۔ وہ کتاب ہدایت ہے جو بے نظیر و بے مثال ہے۔ یہ کتاب عظیم خود اپنے الفاظ میں ''القرآن'' بھی ہے اور ''قرآن مجید'' بھی ''قرآن حکیم'' بھی ہے اور ''قرآن مبین'' بھی ''الکتاب'' بھی ہے اور ''کتاب مبین'' بھی ''کتاب عزیز'' بھی ہے اور ''کتاب حکیم'' بھی ''الفرقان'' بھی ہے اور ''الذکر'' بھی۔

ایسی بلند پایہ کتاب جس کا بوجھ اٹھانے کی پہاڑوں میں بھی سکت نہیں مالک کائنات نے اس کے اٹھانے کی صلاحیت ہم جیسے کمزور و ناتواں انسانوں میں پیدا فرما دی۔ اس فضل الٰہی پر قربان، اس کرم خداوندی کے نثار۔

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اس کو یہ ناتواں اُٹھا لایا

قرآن کتاب ہدایت ہے۔ اس سے رہنمائی حاصل کرنے والا ہدایت ضرور پاتا ہے، قرآن حجت و برہان ہے، اس سے حقائق کا پردہ ضرور کھلے گا، قرآن رحمت وشفا ہے۔ وہ ہر زمانہ کی دم توڑتی، سسکتی، بلکتی انسانیت کا مداوائے غم بہر حال ہے، ہر دور کے مریضان روح کا علاج اسی سے ممکن ہے، اس کے ہم پلہ اور ہم پایہ کوئی آسمانی کتاب بھی نہیں، غیر آسمانی کتابوں کا تذکرہ ہی کیا۔ قرآن کا بتایا ہوا راستہ بالکل سیدھا اور سچا ہے، فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، دل کو لگتا اور دماغ کو اپیل کرتا ہے۔

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے، اور ہدایت و رحمت ہے مومنین کے لئے۔'' (یونس:57)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

''بیشک یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے، جو بالکل سیدھا ہے، اور ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری دیتا ہے کہ انہیں بہت بڑا اجر ملے گا۔'' (بنی اسرائیل:9)

قرآن کے بتائے ہوئے راستہ پر جو چلا، عزت والا بنا، نیک نام ہوا، کتاب الٰہی کی پابندی اور اس کی ہدایات پر عمل انسان کو دنیا و آخرت ہر جگہ کامیاب کرتا ہے، سرخ رو بناتا ہے۔

''جو لوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، تو ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔'' (اعراف:170)

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملتِ احمدؐ مرسل کو مقامی کر لو!

لیکن جو کتاب الٰہی کو چھوڑ دے، اس پر عمل ترک کر دے، اس کو صرف برکت کا ذریعہ سمجھ لے، وہ عزت والا کیسے بن سکتا ہے، دعویٰ ہو قرآن پر عمل کا، قرآن پر ایمان رکھنے کا، اور عملی زندگی میں قرآن سے کوئی مناسبت نہ ہو، ایسی حالت میں ذلت وخواری نہ ملے گی تو کیا ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ کچھ لوگوں کو اوپر اٹھاتا ہے اور کچھ لوگوں کو نیچے گراتا ہے۔'' (مسلم)

جو قرآن پر عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو سربلندی عطا فرمائے گا، عزت دے گا، مقام ومرتبہ سے نوازے گا، جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عزت دی، مقام ومرتبہ دیا، قرآن سے دوری اختیار کرنے والے، قرآن سے ناواقف، قرآنی تعلیمات سے ناآشنا، خواہ اسلام کا نام لیتے ہوں، عزت و وقار اور شرف وافتخار کے حقدار نہیں۔ ہم مسلمانوں کا کتنا زبردست المیہ ہے کہ ہم قرآن کو چھوڑے ہوئے ہیں نہ جانے کتنے مسلمان ایسے ملیں گے جنہیں ناظرہ پڑھنا بھی نہیں آتا۔ وہ اس کے معنی و مطلب پر کیا غور کریں گے، اس سے ہدایت و رہنمائی کیا حاصل کریں گے۔ ایسے لوگ سب سے زیادہ محروم القسمت ہیں، خواہ دنیا جہاں کی دولت سے مالا مال ہوں۔ حدیث نبوی ہے:

''جس کے سینہ میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔'' (ترمذی)

قرآن کہتا ہے نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، ہم کوئی توجہ نہیں کرتے، قرآن کہتا ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی فکر رکھو، ہم سنی اَن سنی کر جاتے ہیں، قرآن کہتا ہے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، بھائیوں جیسا معاملہ کرو، ہم دشمنوں جیسا معاملہ کرتے ہیں، قرآن کہتا ہے قتل ناحق نہ کرو، چوری، ڈکیتی، لوٹ مار، خون ریزی، اور فتنہ وفساد سے بچو، ہم ان میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہیں، قرآن کہتا ہے آپس میں اختلاف نہ کرو، گروپ بندیاں نہ کرو، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، ہم ہیں کہ ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار، قرآن کہتا ہے اپنے سارے معاملات اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق طے کرو، ہم اپنے مسائل کا حل غیر اسلامی قوانین میں ڈھونڈتے ہیں، قرآن کہتا ہے کہ دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہمیشہ تیار رہیں، ہم ہیں کہ ہمیں اپنے راحت کدوں سے فرصت نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ عزت، اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کا طریقہ اختیار کرنے میں ہے مگر ہم عزت، اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے دشمنوں اور باغیوں میں ڈھونڈتے ہیں۔ بتایئے! یہ قرآن کو چھوڑنا ہوا یا نہیں، پھر آخر ہمیں عزت کیسے ملے، ہماری ذلت وخواری کیسے دور ہو؟ کیا ان حالات میں رسول اللہ ﷺ کی یہ شکایت بجا نہ ہوگی۔

''اس دن رسول ﷺ کہیں گے اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔'' (الفرقان:30)

ہمیں ذلت وخواری سے نجات پانے کے لئے قرآن پر عمل کرنا ہوگا، اسے اپنی زندگیوں میں لانا ہوگا۔

مثلِ بُو قید ہے غنچے میں، پریشاں ہوجا
رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہوجا
ہے تنک مایہ تو ذرّے سے بیاباں ہوجا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا
قوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی ٹاؤن شپ کے رفیق عتیق الرحمٰن روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی ان کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ
لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کے وہاڑی اور خانیوال کے دورے

امیر حلقہ پنجاب جنوبی محترم محمد طاہر خاکوانی تنظیم اسلامی وہاڑی کے ماہانہ پروگرام میں شرکت کے لئے 18 اکتوبر 2014ء بروز ہفتہ ملتان سے وہاڑی تشریف لے گئے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز نماز مغرب کے بعد ہوا۔ رفیق تنظیم غلام رسول نے تلاوت قرآن مجید کی۔ تلاوت کے بعد امیر حلقہ نے ''خطبہ حجۃ الوداع: حقوق انسانی کا عالمی منشور'' کے عنوان سے سوا گھنٹہ خطاب کیا۔ انہوں نے قرآنی آیات واحادیث کے حوالے سے انسان کا مرتبہ ومقام بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات اور مسجود ملائک بنایا۔ اِس کی جان کو محترم ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حقوق دیئے۔ انسانی جان کو محترم ٹھہرایا۔ اللہ نے انسان کو معاشرتی، معاشی اور سیاسی حقوق دیئے۔ رنگ، نسل، زبان، علاقہ، پیشہ، جنس کے امتیازات کے باوجود انسان ہونے کے ناطے سب انسان برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو محسن انسانیت، رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ ؐ نے 1400 سال پہلے آخری حج کے موقع پر حقوق انسانی کا عالمی منشور پیش فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ آج ہم انسانی حقوق کے لئے ''میگنا کارٹا'' کا حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ حقوق انسانی کا یہ منشور شاہ انگلستان نے سیاسی مصلحتوں کے تحت جاری کیا تھا۔ 800 برس قبل جاری کئے گئے اس منشور کا مقصد امراء کی بغاوت کی آگ کو ٹھنڈی کرنا تھا۔ اِس سے عوام کی بھلائی مقصود نہ تھی۔ اسی طرح فرانس اور امریکہ نے بھی 1789ء، 1791ء میں حقوق انسانی کے چارٹر دنیا کے سامنے پیش کئے، لیکن حقوق انسانی کے یہ چارٹر بھی ادھورے ہیں۔ یہی حال 1948ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے جاری کردہ ''عالمی منشور حقوق انسانی'' کا ہے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ آج ہمیں اپنے رسول ﷺ کا عطا کردہ انسانی حقوق کا چارٹر یاد نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کے علمبرداروں کا حال یہ ہے کہ وہی عملاً ان حقوق کو پامال کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کا ادارہ بنے آج 75 سال گزر گئے ہیں، پھر بھی انسانوں کا قتل عام ہو رہا اور انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ انہوں نے خطبۂ حجۃ الوداع کے بنیادی نکات کی توضیح کرتے ہوئے کہا کہ آپ ؐ نے اِس عظیم الشان خطبہ میں انسانی جان، مال، عزت کو محترم ٹھہرایا، عورتوں ومردوں کے حقوق بتائے، کتاب وسنت کی پیروی کو لازم ٹھہرایا، اطاعت امیر کا حکم دیا۔ آپ ؐ کا عطا کردہ منشور حقوق انسانی ہی حقیقی عالمی منشور حقوق ہے۔ آپ ؐ نے اس منشور میں رنگ ونسل کے امتیازات، عصبیت اور سود کے خاتمہ کا اعلان فرمایا۔ اس پروگرام میں 70 افراد شریک ہوئے۔

امیر حلقہ 19 اکتوبر 2014ء بروز اتوار خانیوال روانہ ہوئے۔ 10 بجے ''فوجی والی مسجد'' میں ''خطبہ حجۃ الوداع: حقوق انسانی کا عالمی منشور'' ہی کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ لوگوں نے اس خطاب کو بہت پسند کیا۔ خانیوال میں تقریباً 40 افراد نے یہ خطاب سنا۔ پروگرام کے بعد 12 بجے محمود بھٹی کے گھر پر رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ ساڑھے بارہ بجے ملتان واپسی ہوئی۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

حلقہ لاہور غربی کا سہ ماہی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور غربی کا سہ ماہی اجتماع 14 ستمبر بروز اتوار صبح سوا دس بجے قرآن اکیڈمی، لاہور میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کا عنوان اسلام آباد میں جاری دھرنوں کے حوالے سے ''منہج انقلاب نبویؐ اور موجودہ دھرنے'' رکھا گیا تھا۔ پروگرام کے آخر میں امیر محترم کے ساتھ سوال وجواب کی نشست بھی رکھی گئی تھی۔ پروگرام کا آغاز وقت مقررہ پر تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ حنین عاکف نے سورۃ الصف کی آیات تلاوت کیں اور اُن کا ترجمہ بیان کیا۔ اس کے بعد امیر حلقہ محمد جہانگیر نے گفتگو کی۔ انہوں نے اسلامی انقلابی نظریہ اور اس کی بنیاد پر جماعت سازی کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اسلامی انقلابی کارکنوں کی تربیت اور صبر محض کے عنوان سے عبدالمہیمن ہادی نے گفتگو کی۔ اُن کی گفتگو میں جا بجا حالات حاضرہ اور اسلام آباد میں جاری دھرنوں پر تبصرہ شامل تھا۔ بعد ازاں چائے کا وقفہ ہوا۔

وقفے کے بعد ملٹی میڈیا کے ذریعے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطاب ''رسولؐ انقلاب کا طریقِ انقلاب'' سے منہج انقلاب نبویؐ کے مراحل کے کلپس دکھائے گئے۔ اس کے بعد سوال وجواب کا سیشن شروع ہوا۔ حزب التحریر اور تنظیم اسلامی کے طریق کار کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں امیر محترم نے کہا کہ حزب التحریر عرب ملکوں سے اُٹھی ہے، جہاں آج بھی بادشاہت قائم ہے یا فوج کی حکمرانی ہے۔ تحریر وتقریر کی جیسی آزادی ہمیں پاکستان میں میسر ہے، وہاں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اُن کا اصل زور اس پر ہوتا ہے کہ اہم ترین ادارے فوج کے کسی عہدیدار کے ذریعے اقتدار کے ایوانوں میں آیا جائے۔ اُن کا اصل زور اِس نکتہ پر ہے۔ یہ نہیں کہ حزب خود حزب اللہ بن کر میدان میں آئے۔ اس سوال کے جواب میں کہ خاموش اکثریت کو الیکٹرانک میڈیا بڑی آسانی سے گمراہ کر دیتا ہے، امیر محترم نے کہا کہ یہ توقع نہ رکھیں کہ میڈیا آپ کو کوریج دے گا۔ یاد رکھئے، خاموش اکثریت، خاموش تو ہوتی ہے لیکن اندھی بہری نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو دعوت اور کردار سے متاثر کرنا ہو گا۔ موجودہ دھرنوں اور چیلنج کے حوالے سے پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں امیر محترم نے کہا کہ موجودہ دھرنے نظام کو چیلنج نہیں کر رہے۔ دھرنا قائدین میں سے ایک چند انتخابی نشستوں پر دھاندلی اور دوسرا اپنے کارکنوں کے قتل کے خلاف دھرنا دے رہا ہے۔ نظام کو کوئی بھی چیلنج نہیں کر رہا۔ جبکہ ہمارا موقف اور ہے۔ ہمارے پاس جب اتنی افرادی قوت ہو جائے گی کہ ہم نظام کو چیلنج کر سکیں تو پھر ہم ان شاء اللہ نظام کو جام کر دیں گے۔ یہ پروگرام نماز ظہر سے قبل اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: محمد یونس)

تنظیم اسلامی کے حلقہ پنجاب شرقی کا سہ ماہی اجتماع

حلقہ پنجاب شرقی کو دو زون میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دونوں زونوں کا الگ الگ اجتماع منعقد کیا گیا۔

ساہیوال زون کا اجتماع 31 اگست بروز اتوار کو 9 بجے ہوا۔ اس اجتماع کے ناظم پروفیسر ناصر چشتی تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے رفقاء واحباب کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد درس قرآن کے لیے محمد ناصر بھٹی کو دعوت دی۔ انہوں نے ''فکرِ آخرت'' کے موضوع پر جامع درس دیا۔ اس کے بعد انس محمود نے اقسام حدیث کا مختصر تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں چائے کے لیے آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا گیا۔ رفقاء نے اس دوران ایک دوسرے سے تعارف بھی حاصل کیا۔ سوا گیارہ بجے ناصر چشتی نے ''تنظیم اسلامی کے رفقاء کی غیر فعالیت اور ان کا حل'' کے موضوع پر مذاکرہ کرایا۔ اس کے بعد سیف الرحمان نے منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر لیکچر دیا۔ سامعین نے بڑی توجہ سے یہ باتیں سنیں۔ اِس پروگرام میں مجموعی طور پر ساہیوال کے 55 رفقاء اور 10 احباب نے شرکت کی۔

بہاولنگر زون کا اجتماع مورخہ 7 ستمبر بروز اتوار کو صبح ساڑھے نو بجے مرکز تنظیم اسلامی ہارون آباد مسجد جامع القرآن گلشن حشمت میں منعقد ہوا۔ اس میں بھی یہی موضوعات رکھے گئے، لیکن مقرر اور تھے۔ منیر احمد نے درس قرآن دیا اور اقسام حدیث کے بارے میں محمد فیضان نے مختصر سا تعارف کروایا۔ اس کے بعد قاری محمد ندیم نے تنظیمی امور پر مذاکرہ کرایا۔ محمد امین نوشاہی نے منہج انقلاب نبویؐ پر لیکچر دیا۔ نماز اور اجتماعی کھانے پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس اجتماع میں 98 رفقاء اور 11 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: عابد حسین)

The Ebola Story Doesn't Smell Right

By Paul Craig Roberts (www.infowars.com)

The federal government (of USA) has announced that thousands of additional *US soldiers are being sent to Liberia. General Gary Volesky said the troops would "stamp out" ebola.*

The official story is that *combat troops* are being sent to build treatment structures for those infected with ebola.

Why combat troops? Why not send a construction outfit such as an engineer battalion if it has to be military? Why not do what the government usually does and contract with a construction company to build the treatment units? "Additional thousands of troops" results in a very large inexperienced construction crew for 17 treatment units. It doesn't make sense.

Stories that don't make sense and that are not explained naturally arouse suspicions, such as: Are US soldiers being used to test ebola vaccines and cures, or more darkly are they being used to bring more ebola back to the US?

I understand why people ask these questions. The fact that they will receive no investigative answer will deepen suspicions.

Uninformed and gullible Americans will respond: "The US government would never use its own soldiers and its own citizens as guinea pigs." Before making a fool of yourself, take a moment to recall the many experiments the US government has conducted on American soldiers and citizens. For example, search online for "unethical human experimentation in the United States" or "human radiation experiments," and you will find that federal agencies such as the Department of Defense and Atomic Energy Commission have: exposed US soldiers and prisoners to high levels of radiation; irradiated the testicles of males and tested for birth defects (high rate resulted); irradiated the heads of children; fed radioactive material to mentally disabled children.

The Obama regime's opposition to quarantine for those arriving from West Africa is also a mystery. The US Army has announced that the Army intends to quarantine every US soldier returning from deployment in Liberia. The Army sensibly says that an abundance of caution is required in order to minimize the risk of transferring the ebola outbreak to the US. However, the White House has not endorsed the Army's decision, and the White House has expressed opposition to the quarantines ordered by the governors of New York and New Jersey.

Apparently pressure from the White House and threats of law suits from those subject to quarantine have caused the two states to loosen their quarantines. A nurse returning from treating ebola patients in West Africa has been cleared by New Jersey for discharge after being symptom-free for 24 hours instead of the 21-days it takes for the disease to produce

symptoms. The nurse threatened a lawsuit, and the false issue of "discrimination against health care workers" has arisen. How is it discrimination to quarantine those with the greatest exposure to ebola?

Once symptoms appear, an infected person is dangerous to others until the person is quarantined. As the CDC now has been forced to admit, after stupidly denying the obvious fact, the current ebola strain can spread by air. All it takes is a sneeze or a cough or a contaminated surface.

In other words, it can spread like flu. Previous denials of this fact helped to create the suspicion that the new ebola strain is a weaponized biowarfare strain created by US government labs in West Africa. As University of Illinois law professor Francis Boyle has revealed, Washington placed its biowarfare laboratories in African countries that did not sign the convention banning such experimentation.

Washington's deviousness in evading the convention that the US government signed has produced another suspicion: Did the new ebola strain escape, perhaps via some lab mishap that infected lab workers, or was the strain deliberately released in order to test if it works?

The only intelligent and responsible policy is to stop all commercial flights to and from ebola areas. Health worker volunteers should be transported by military aircraft and should be required to undergo the necessary quarantine before being transported back to the US.

Why does the White House oppose the only responsible and intelligent policy? Why is Congress silent on the issue?

The resistance to a sane policy fosters the suspicions that the government or some conspiracy group intends to use ebola to declare martial law and herd the population or undesirable parts of it, into the FEMA camps that Halliburton (The company owned by Dick Cheney's) was paid to construct (without the public ever being told the reason for the camps).

It is certainly strange that a government involved in long-term wars in the Middle East, the purpose of which is unclear to the public, and in fomenting conflict with both Russia and China, two countries armed with nuclear weapons, would so recklessly create more suspicions among the public of its motives, intentions, and competence.

Democracy requires that the public trust the government. Yet Washington does everything possible to destroy this trust and to present a picture of dysfunctional government with hidden and undeclared agendas.

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے سابق نائب مدیر اور تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت کے معاون خصوصی فرقان دانش بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور کے رفیق جناب ولی اللہ زاہد کے والد اور امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے پھوپھا جان اللہ بخش سیال رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

☆ تنظیم اسلامی پشاور شہر کے رفیق محترم جناب امین اللہ کا جوان سال بیٹا طویل علالت کے بعد انتقال کر گیا۔

☆ امیر حلقہ فیصل آباد جناب ڈاکٹر عبدالسمیع کے تایازاد بھائی انتقال کر گئے۔

☆ مقامی تنظیم فیصل آباد غربی کے نقیب اسرہ امتیاز احمد وہبہ کی پھوپھی جان انتقال کر گئیں۔

☆ مقامی تنظیم فیصل آباد غربی کے ناظم بیت المال سید علی حسنان کے چچا جان انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا